مضاربت
قرآن وحدیث کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر فرید الدین شعبہ اسلامیات گورنمنٹ کالج ڈیرہ اسماعیل خان

مشروعیت مضاربت

مضاربت کی مشروعیت دلائل اربعہ سے ثابت ہے۔ قرآن۔سنت۔اجماع اور قیاس۔مضاربت ضرب سے مشتق ہے یعنی زمین پر پاؤں مارنا۔ چلنا۔ پھرنا۔ چونکہ تجارت کرنے والا زمین میں چل پھر کر کاروبار کرتا ہے اور نفع کماتا ہے چنانچہ اسی طریقہ تجارت کو مضاربت کہتے ہیں۔ ارشاد ربانی ہے:۔

واٰخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ[1]

ترجمہ: اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو زمین میں چل پھر کر اللہ تعالیٰ کا رزق تلاش کرتے ہیں۔

اس آیت کریمہ سے فقہاء نے مضاربت کے جواز پر استدلال کیا ہے۔ چنانچہ علامہ کاسانی بدائع الصنائع میں لکھتے ہیں:۔

اما الکتاب الکریم فقولہ عزّوجل واٰخرون یضربون فی الارض یبتغون من فضل اللہ والمضاربُ یضرب فی الارض یبتغی عن فضل اللہ عزوجلّ[2]

ترجمہ: جب عامل تجارت کے لیے سفر اختیار کرتا ہے اور یہ اس کے لیے ناگزیر ہے کہ وہ سفر اختیار کرے۔ تو قرآن کریم کی اس آیت میں تجارت کے لیے سفر کا ذکر ہے لہذا

اس مناسبت سے یہ آیت مضاربت کے ثبوت کے لیے دلیل ہے۔
چنانچہ مفسرین کرام بھی آیت کے ذیل میں تجارت کے لیے سفر کیا کرتے تھے۔ روح المعانی میں ہے:۔ یسافرون فیہا للتجارۃ و فی قرن المسافرین لابتغاء فضل اللہ تعالیٰ بھم اشارۃ الی انھم نحوھم فی الاخرۃ[3] یعنی یضربون فی الارض سے مراد زمین میں تجارت کے لیے سفر کرنا ہے اور مسافرین فی الارض للتجارۃ کو مجاہدین کے ساتھ ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تاکہ مجاہدین کے ثواب کی طرح تجار کے اجر کی بھی وضاحت ہو جائے۔ یہی وضاحت مضاربت کی درج ذیل تفاسیر میں بھی موجود ہے تفسیر کبیر، احکام القرآن[4] فاذا قضیت الصلواۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ[5] اس آیت سے بھی علامہ کاسانی نے مضاربت کے جواز پر استدلال کیا ہے[6] ایک دوسری آیت ہے:۔ لیس علیکم جناح ان تبتغوا فضلاً من ربکم اسمیں فضل سے مراد رزق ہے۔ علامہ الماوردی نے بھی اس آیت سے جواز مضاربت پر استدلال کیا ہے[7]

جواز مضاربت سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد بھی لوگوں کے ہاں مضاربت جاری رہی۔ دراصل یہ معاملہ عہدِ جاہلیت میں جانا پہچانا تھا۔ اس وقت قراض کے نام سے موسوم تھا۔ قریش چونکہ تجارت پیشہ تھے اور ان کا اس کے علاوہ کوئی ذریعہ معاش نہ تھا۔ وہ اپنا مال مضاربت پر ان لوگوں کو دے دیا کرتے تھے جو منافع میں ایک مقررہ حصہ پر تجارت کرتے تھے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کو اسلام میں جاری رکھا اور مسلمانوں نے اس پر عمل کیا۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں۔ اگرچہ ایک طبقہ منکرین حدیث کا ہے جو مضاربت کے شرعی جواز سے انکار کرتے ہیں۔ لیکن ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے جبکہ وہ اسلام کا ایک اہم قانونی ماخذ حدیث کا انکار کرتے ہیں تو مضاربت کے انکار کرنے سے مضاربت کے شرعی جواز پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔
اس کے علاوہ امت مسلمہ میں سے کسی کو کوئی اختلاف ہوتا تو کوئی اس طرف متوجہ نہ ہوتا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کا مال بھی قراض کی صورت میں لے کر بیرون ملک تشریف لے گئے تھے[8] نہایۃ المحتاج میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پچیس ۲۵ سال کی عمر میں حضرت خدیجہ الکبریٰ رض کا مال ملک شام لے جا کر مضاربت کی۔ اس واقع کو استدلال کہا جاتا ہے کہ نبوت کے بعد آپ ص نے اس واقع کی تردید نہیں فرمائی۔ لہٰذا اس کی مشروعیت کے لیے یہی کافی ہے[9]

صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ و دیگر صحابہ کرامؓ اس پر عمل پیرا رہے۔ اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا جیسے کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ الہدایہ میں ہے صحابہ کرامؓ لوگوں سے روپیہ لے کر یا دوسروں کو روپیہ دے کر خود فائدہ حاصل کرتے اور دوسروں کو فائدہ پہنچاتے تھے[10] علامہ کتانی لکھتے ہیں:-

وعنهم خديجة بنت خويلد ام المومنين فقد علم انه كان لها مال كبير وتجارت تبعث الى الشام فيكون غيرها كعامة غير قريش وكانت تستاجر الرجال و تدفع المال مضاربة ولما خرج عليه السلام فى تجارتها مع غلامها ميسره قالت انا اعطيتك ضعف ما اعطى قومك ففعل رسول الله صلى الله عليه وسلم وخرج الى سوق بصرى وباع سلعة التى اخرج واشترى غيرها وقدم بها فربحت ضعف ما كانت تربح فاربحت رسول الله صلى الله عليه وسلم ضعف ما سمعت له[11]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؓ کا مال لے کر ملک شام میں تجارت کے لیے تشریف لے گئے تو یہ مال حضرت خدیجہؓ نے بطور مضاربت کے دے کر بھیجا تھا۔ علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:-

ان النبى صلى الله عليه وسلم باع واشترى وشراؤه اكثر و اجر واستاجر وايجاره اكثر وضارب وشارك و وكل وتوكل وتوكليه اكثر[12]

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خرید و فروخت فرمایا کرتے تھے آپ کی خرید و فروخت اکثر ہوا کرتی تھی۔ آپؐ بطور آجر اور بطور مستاجر رہے۔ مضاربت اور شراکت میں حصہ لیا وکیل اور توکیل کے فرائض بھی سرانجام دیئے۔

معلوم ہوا مضاربت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے شرعاً ثابت ہے اور جو لوگ مضاربت کا انکار کرتے ہیں گویا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کا انکار کرتے ہیں جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خود لوگوں کو بھی مضاربت پر آمادہ فرمایا کرتے تھے۔ المبسوط میں ہے:

وند بھم ایضاً الیہ علی ما قال صلوات اللہ وسلامہ علیہ من عال ثلاث بنات فھو اسیر فاعینوہ یا عباد اللہ ضاربوہ داینوہ[۱۳]

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو مضاربت پر آمادہ فرماتے ہیں کہ:۔

"جو شخص تین بچیوں کی عیالداری کرے تو وہ اسیر ہے اے اللہ کے بندو تم اس کے ساتھ مضاربت کا معاملہ کرو اور قرض دو"

مذکورہ بالا حوالجات سے ان لوگوں کی تردید ہو جاتی ہے جو مضاربت کو ایک مرجوح عمل قرار دیتے ہیں اور خصوصیت قائم کرتے ہیں جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مضاربت کی ترغیب دی صحابہ کرامؓ نے خود اس مضاربت کو سرانجام دیا۔ سنن ابی داؤد میں ہے:۔

عن عروۃ البارقی قال اعطاہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم دینارا یشتری بہ اضحیۃ اوشاۃ فاشتری شاتین فباع احدھما بدینار فاتاہ بشاۃٍ ودینارٍ فدعا لہ بالبرکۃ فی بیعہ فکان لو اشتری ترابا بالربح فیہ[۱۴]

ترجمہ: عروۃ البارقی کو آپؐ نے ایک دینار دیا کہ ایک بکری خرید کر لاؤ۔ عروۃ البارقی نے ایک دینار پر دو بکریاں خرید کر لیں۔ ایک کو ایک دینار پر فروخت کر دیا اور دوسری کو مع ایک دینار کے حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر کیا تو آپؐ نے عروۃ البارقی کی اس خرید پر برکت کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد عروۃ البارقی اگر مٹی بھی خریدتا تو اس میں بھی نفع پاتا۔

سنن الکبریٰ میں ہے کہ آپؐ نے عروۃ البارقی کے لیے یوں دعا فرمائی:۔

اللھم بارک لہ فی صفقۃ یمینۃ قال انی لا قوم فی الکناسۃ بالکوفۃ فما ارجع الی اھلی حتی اربح اربعین الفا[۱۵]

سنن بیہقی میں مضاربت کے بارے حضور علیہ السلام نے حکیم بن حزام کو بھی دعا فرمائی کہ ان کی تجارت میں برکت ہو:۔

عن حکیم بن حزام ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث معہ بدنیار یشتری لہ اضحیۃ فاشتراھا بدینار وباعھا

بدينارين فربح فاشترى اضحية بدينار وجاء بدينار الى النبى صلى الله عليه وسلم فتصدق به النبى صلى الله عليه وسلم و دعا له ان يبارك له فى تجارته[16]

ترجمہ: حضرت حکیم بن حزامؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک دینار دے کر بھیجا تاکہ اس سے ایک قربانی خرید کر لائے۔ پس اس نے ایک دینار پر ایک قربانی خریدی اور پھر اس قربانی کو دو دینار پر بیچ کر نفع حاصل کیا پھر ایک دینار کے بدلے ایک قربانی خریدی۔ یہ ایک قربانی اور ایک دینار لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے ایک دینار کو صدقہ کر لیا اور حکیم بن حزام کے لیے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ اس کی تجارت میں اس کے لیے برکت عطا فرمائے۔

مندرجہ بالا حوالجات سے معلوم ہوا کہ مضاربت کا نہ صرف جواز ہے بلکہ مضاربت باعثِ برکت بھی ہے۔

مضاربت کی شرعی حیثیت آثار صحابہ اور اجماع امت سے بھی ثابت ہے۔ حضرت عمرؓ کا یہ عمل تھا کہ وہ یتیم کا مال مضاربت پر دیا کرتے تھے۔ "عن عمرؓ انه كان اعطى مال اليتيم مضاربة"[17] حضرت عبداللہ بن مسعود کا یہ عمل تھا کہ وہ اپنا مال زید بن خلیدہ کو مضاربت پر دیا کرتے تھے۔ ان اعطى زيد بن خليدة مالاً مقارضة"[18]

حضرت عثمانؓ کا یہ عمل تھا۔ علا بن عبدالرحمٰن بن یعقوب اپنے والد سے بیان کرتے ہیں:-

انه قال جئت عثمان بن عفان فقلت له قدمت سلعة فهل لك ان تعطينى مالاً فاشترى بذالك فقال اتراك فاعلاً قال نعم و لكنى رجل مكاتب فاشتريها مالاً فاشتريها على ان الربح بينى و بينك قال نعم فاعطانى مالاً على ذالك[19] عن يعقوب الجهنى انه عمل فى مال عثمان بن نهان على ان الربح بينهما[20]

حضرت جابرؓ کا یہ عمل تھا کہ وہ مضاربت میں کوئی ہرج نہیں سمجھتے تھے۔ عن جابرؓ انه لم يربالقراض باساً[21]

حضرت ابن عمرؓ کا یہ عمل تھا۔ عن نافع ان ابن عمرؓ کان یکون عنده مال الیتیم فیزکیه ویعطیه مضاربة ویستقرض فیه[۲۲]

مضاربت کے بارے حضرت عمرؓ کا تفصیلی بیان ملاحظہ ہو:۔

"حضرت عمرؓ کے دونوں صاحبزادے عبداللہ اور عبیداللہ ایک لشکر میں عراق کی جانب گئے۔ واپسی میں حضرت ابو موسیٰ اشعری کے پاس گئے تو انہوں نے ان دونوں کی مہمان نوازی کے بعد کچھ مال ان کے حوالے کیا اور فرمایا کہ عراق جاکر اس مال سے کچھ سامان اور چیزیں خرید لینا اور اس کے بعد مدینہ جاکر فروخت کر دینا اور اصل مال امیر المومنین کے حوالہ کر دینا۔ منافع تم رکھ لینا۔ چنانچہ جب وہ مدینہ پہنچے تو انہوں نے سامان فروخت کرنے کے بعد منافع اپنے پاس رکھ لیے اور راس المال حضرت عمرؓ کے حوالہ کرنا چاہا کہ حضرت عمرؓ کو اس تمام معاملہ کی خبر ہوئی تو انہوں نے ان دونوں سے دریافت کیا کہ تمام لشکر کو تمہاری طرح مال دیا گیا تھا تو انہوں نے جواب دیا کہ نہیں یا امیر المومنین۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ تم امیر المومنین کے بیٹے تھے اس لیے تمہیں مال دیا گیا۔ آپ نے تمام مال اور اس کے منافع ادا کرنے کا حکم دیا۔ تو حضرت عبداللہ نے تو تعمیل کی لیکن حضرت عبیداللہ نے عرض کیا امیر المومنین ایسا کرنا آپ کے لیے مناسب نہیں ہے۔ اگر مال ہلاک ہو جاتا یا اس میں کوئی نقص پڑ جاتا تو ہم اس کے ضامن تھے۔ حضرت عمرؓ نے دوبارہ اپنی بات دہرائی تو عبداللہ خاموش ہی رہے لیکن حضرت عبیداللہ اپنا موقف دُہراتے رہے۔ حضرت عمرؓ کے ایک شریک مجلس نے کہا کہ آپ اسے مضاربت اور قراض کی صورت کیوں نہیں دے لیتے۔ تو آپ نے اس پر آمادگی ظاہر کی جس کے نتیجہ میں حضرت عمرؓ نے اصل سرمایہ کے علاوہ آدھا نفع وصول کرنے کے بعد بقیہ نفع حضرت عبداللہ و عبیداللہ کے حوالے کر دیا۔"[۲۳]

اوجز المسالک میں ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ و عبیداللہ پر تمام تر نفع دینا لازم نہ تھا۔ آپ نے تو اس کا اظہار خیال کیا تھا کہ تم راس المال کے ساتھ تمام نفع بھی بیت المال میں داخل کر دو۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عبدالرحمن بن عوف نے یہ فرمایا کہ معاملہ مضاربت کر لو۔

آدھا نفع بیت المال کے لیے اور بقیہ آدھا نفع ان دونوں کو دے دیا جائے تو حضرت عمرؓ بن الخطابؓ اس پر راضی ہو گئے۔[۲۴] چنانچہ حضرات صحابہ کرام کے عمل سے پوری طرح واضح ہو گیا ہے کہ مضاربت شرعاً جائز ہے بلکہ باعث برکت ہے ہاں اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ یتیم کے مال سے مضاربت کا ذکر زیادہ ملتا ہے لہٰذا مضاربت یتیم کے مال میں ہی جائز ہونی چاہیے۔ تو اب یہ اعتراض بھی قابل توجہ نہ رہا کہ قرآن و حدیث اور صحابہ کرامؓ کے عمل سے یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ مضاربت کا عمل کسی خاص طبقہ کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ اکابرین صحابہؓ خود مضاربت سر انجام دیتے رہے کیا یہ لوگ یتیموں کی فہرست میں داخل تھے؛ علاوہ ازیں کسی فقیہ نے اس عمل کو نہ تو کسی خاص طبقہ کے کے ساتھ مسلک کیا ہے اور نہ ہی اس کو مرجوح کہا۔ موجودہ دور میں جو لوگ اس پر بضد ہیں کہ اس معاملہ کو مرجوح قرار دیا جائے یا کم از کم اس کو ایک خاص طبقہ تک محدود کر دیں تو ان حضرات سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ وہ مُقلّد ہیں یا وہ اپنے آپ کو مجتہد گردانتے ہیں اگر وہ مقلد ہیں تو پھر آئمہ اربعہ میں سے جس کی بھی تقلید کے دعویدار ہیں۔ ائمہ اربعہ میں سے ہر ایک مضاربت کی مشروعیت پر متفق ہے اس سے کسی کو انکار نہیں۔ لیکن اگر وہ اپنے آپ کو مجتہد سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نے مضاربت کو ناجائز نہیں کہا ہے بلکہ ہم تو اس کی حیثیت متعین کر رہے ہیں تو اُن کی اطلاع کے لیے عرض ہے کہ شرائط اجتہاد ان میں نہیں پائی جاتیں چہ جائیکہ وہ اپنے آپ کو مجتہد سمجھیں۔

اب مضاربت کی مشروعیت اجماع کی روشنی میں ملاحظہ ہو۔ بدائع الصنائع میں ہے:۔

"واما الاجماع فانه عن جماعة من الصحابة انهم دفعوا مال اليتيم مضاربة منهم عمرؓ وعثمانؓ وابن مسعودؓ وعلیؓ وابن عمرؓ وعبيد الله بن عمرؓ وعائشہؓ ولم ينقل انه انكر عليهم من اقرانهم احد ومثله يكون اجماعاً"۔[۲۵]

علامہ کاسانی نے مضاربت پر صحابہ کرامؓ کا اجماع نقل کیا ہے۔ بدایۃ المجتہد میں علامہ ابن رشد لکھتے ہیں کہ مضاربت کی مشروعیت میں کوئی اختلاف نہیں ہے:۔

"ولا خلاف بين المسلمين فی جواز القراض وانه مما كان فی الجاهلية فاقره الاسلام"۔[۲۶]

یعنی مضاربت کے جواز میں اُمتِ مسلمہ کا کوئی اختلاف نہیں زمانہ جاہلیت سے اس پر عمل ہے حتیٰ کہ اسلام نے اسے برقرار رکھا۔

ابنِ قدامہ المغنی میں لکھتے ہیں تمام اہل علم کا مضاربت پر اجماع ہے :۔

واجمع اهل العلم على جواز المضاربة فى الجملة [۲۷]

کتاب الفقہ میں ہے مضاربت کے اجماع کی دلیل یہ ہے کہ تمام مسلمان اس کے جواز پر جمع ہیں اور آج تک کوئی بھی اس کا مخالف نہیں ہے :۔

دليل المضاربة الاجماع فقد اجمع المسلمون على جواز ذالك النوع من المعاملة ولم يخالف فيه احد وقد كان معروفاً فى الجاهلية فاقره الاسلام لما فيه من المصلحة۔ [۲۸]

نیل الاوطار میں علامہ شوکانی لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ، حضرت ابنِ مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ سے مضاربت کا عمل ثابت ہے اور یہ آثار صحابہؓ اس بات کی دلیل ہیں کہ مضاربت کا عمل ثابت ہے :۔

فهٰذه الآثار تدل على ان المضاربة كان الصحابة يتعاملون بها من غير نكير فكان ذالك اجماعاً على الجواز [۲۹]

اتحاف سادۃ المتقین میں ہے :۔

واحتجوا لهذا انعقد باجماع الصحابه رضوان الله عليهم اجمعين ولا بدّ بلاجماع عن منذٍ وسنده انهم فى زمانه صلى الله عليه وسلم وبعده۔ رَوَا هٰذه المعاملة شائقة بين المعاملين وتحققوا لتقدير عليها شرعاً واجمعوا على ذالك فصار مجمعاً۔ [۳۰]

شرح زرقانی میں ہے :۔

ونقلية الكافة من الكافة كما نقلت الاية ولاخلاف فى جوازه [۳۱]

بہر حال قرآن وحدیث وسنت وآثارِ صحابہؓ اور اجماع امت کے بعد معاملہ مضاربت کے جواز میں قیاس بھی مؤید ہے اس لیے کہ معاشرے میں بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کے پاس مال ہوتا

ہے لیکن تجارت کی اہلیت نہیں ہوتی یا ایسے لوگ بھی موجود ہوتے ہیں کہ تجارت کی صلاحیت رکھتے ہیں لیکن مال نہیں رکھتے لہٰذا شریعت نے دونوں کے لیے آسانی پیدا فرمادی ہے چنانچہ عقد مضاربت کی مشروعیت ضروری ٹھہری تاکہ غبی اور زکی فقید اور غنی سب کی ضروریات پوری ہوسکیں۔ چنانچہ الہدایہ میں ہے:۔

وھی مشروعیة للحاجة فان الناس بین غنی بالمال غبی عن التصرف فیه وبین مهتد التصرف صفراً الیه عنه فمست الحاجة الیٰ شرع هذاالنوع من التصرف ینتظم مصلحة الغبی والذکی والفقیر والغنی[۳۲]

کشاف القناع میں بھی اسی مصلحت کو پیش نظر رکھتے ہوئے مضاربت کو قیاساً بھی جائز قرار دیا گیا ہے:۔

والحكمة تقتضیها لان بالناس حاجة الیها فان النقدین لا تنمی الا بالتجارة ولیس کل من یملکها یحسن التجارة ولا کل من یحسنها له مال فشرعت لدفع الحاجة[۳۳]

سُبُل السلام میں بھی قیاساً مضاربت کے جواز کی توضیح پیش کی گئی ہے:۔

وھو نوع من الاجارة الا انه عفی فیها من جهالة الاجر وکانت الرخصة فی ذالك المواضع الرفق بالناس[۳۴]

مضاربت کا مفہوم اور اصطلاحات مضاربت

مضاربت ایک قسم کی تجارتی شرکت ہے جس میں ایک جانب سے سرمایہ اور دوسری جانب سے محنت ہو اس معاہدے کے تحت کہ اسے کاروبار کے نفع میں ایک متعین نسبت سے حصہ ملے گا نیز سرمایہ فراہم کرنے والے اور محنت کرنے والے متعدد افراد ہوسکتے ہیں۔

اصطلاح شریعت میں مضاربت اس عقد کو کہتے ہیں جس میں ایک جانب سے مال ہو اور دوسرے کی جانب سے عمل ہو اور نفع میں دونوں شریک ہوں۔

جس کی جانب سے مال ہو اس کو رب المال کہتے ہیں اور جس کی جانب سے عمل ہو اس کو مضارب کہتے ہیں۔ اور جو مال دیا جائے اس کو مالِ مضاربت کہتے ہیں۔

مفردات القرآن میں ہے کہ مضاربت ایک قسم کی تجارتی شرکت ہے جس میں ایک شخص کا سرمایہ دوسرے کی محنت ہوتی ہے اور نفع میں دونوں شریک ہوتے ہیں۔[۳۵]

شاہ ولی اللہ مضاربت کی تعریف میں لکھتے ہیں کہ "معاونت باہمی کی چند قسمیں ہیں ان میں سے ایک مضاربت ہے وہ یہ کہ مال ایک شخص کا اور محنت دوسرے شخص کی ہو اور رضامندی طرفین کی تصریح کے ساتھ نفع دونوں کے درمیان ہو"[۳۶] چونکہ اس میں ایک آدمی پیسہ دیتا ہے اور دوسرا آدمی اپنی محنت اور دوڑ دھوپ سے مزید پیسہ پیدا کرنے اور فائدہ حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس لیے اس معاملہ کو مضاربت کہتے ہیں[۳۷] شرعاً ایک طرف سے مال اور دوسری طرف سے عمل کے ساتھ نفع میں شریک ہونے کے معاہدہ کو مضاربت کہتے ہیں۔ پس اگر باوجود ایک طرف سے مال اور دوسری طرف سے عمل ہو لیکن نفع میں شریک نہ ہو بلکہ یہ شرط ہو کہ نفع تمام رب المال کا ہوگا تو یہ بضاعت ہوگی اور اگر یہ شرط ہو کہ سارا نفع مضارب یعنی عامل کا ہوگا تو یہ صورت قرض کی ہوگی[۳۸] عام طور پر فقہاء کے نزدیک مضاربت دو فریق کے درمیان اس امر پر مشتمل ایک معاہدہ ہے کہ ایک فریق دوسرے کو اپنے مال پر اختیار دے کہ وہ نفع میں سے ایک مقررہ حصہ نصف یا تہائی یا چوتھائی وغیرہ کے عوض مخصوص شرائط کے ساتھ اس مال کو تجارت میں لگائے[۳۹]

امام مالکؒ مضاربت کی تعریف میں فرماتے ہیں "مضاربت اس طرح درست ہے کہ کوئی کسی سے اس شرط پر روپیہ لے کہ وہ محنت اور کام کرے گا لیکن اگر نقصان ہوا تو وہ ذمہ دار نہیں اور سفر میں کھانے پینے اور سواری کا خرچہ دستور کے مطابق اسی مال سے دیا جائیگا اقامت کی مدت سے نہیں دیا جائے گا"[۴۰] مضاربت کی صورت میں مال فراہم کرنے والے اور کاروبار کرنے والے متعدد افراد ہو سکتے ہیں یعنی سرمایہ چند افراد مل کر فراہم کریں اور اس سے چند آدمی مل کر کاروبار کریں یا چند افراد مل کر سرمایہ فراہم کریں اور اس سرمایہ سے ایک فرد کاروبار کرے یہ سب صورتیں جائز ہیں[۴۱]

اس سلسلہ میں حنفی مالکی اور حنبلی فقہ کے مندرجہ ذیل مآخذ کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے:۔

منہاج الطالبین وعمدۃ المفتیین، المغنی، المبسوط، الشرح الصغیر[۴۲]

بہر حال مندرجہ بالا حوالجات سے معلوم ہوا کہ تجارت کی طرح مضاربت بھی دو آدمیوں یا دو فریقوں کے درمیان ایک معاہدہ کا نام ہے جس میں ایک شخص اپنا روپیہ دیتا ہے اور دوسرا محنت

کرنے کا اقرار کرتا ہے اور پھر یہ دونوں معاہدہ کرتے ہیں کہ اس کے روپیہ اور دوسری کی محنت سے اس میں جو کچھ فائدہ ہوگا اس میں آدھا یا چوتھائی وغیرہ سرمایہ لگانے والا پائیگا اور آدھا یا تین چوتھائی وغیرہ محنت کرنے والے کو ملے گا یا اس قسم کی نفع کی کوئی نسبت متعین کردی جائے۔

مضارب کی حیثیت کا تعین

مالِ مضاربت میں مضارب قبل از تصرف امین ہوتا ہے۔ بعد از تصرف وکیل ہوتا ہے۔ بعد از وصول منافع میں شریک ہوتا ہے۔ مضاربت فاسد ہونے سے اجیر ہوتا ہے۔ ربّ المال کے حکم کے خلاف کرنے سے غاصب ہوتا ہے۔ اپنے لیے کل منافع کی شرط لگا دینے سے قرض لینے والا ہوتا ہے اور کل نفع کی شرط ربّ المال کے لیے کرنے سے سرمایہ لینے والا ہوتا ہے۔

مذکورہ بالا مضارب کی حیثیت کو تفصیل کی روشنی میں ملاحظہ کریں۔ یعنی مضارب جو مال لیتا ہے اس میں وہ قبل از تصرف امین ہوتا ہے کیونکہ وہ مالک کی اجازت سے بلا مبادلہ و وثیقہ مال پر قابض ہوتا ہے پس اگر مال ہلاک ہو جائے تو مضارب پر تاوان نہ ہوگا اور عمل کرنے کے بعد وکیل ہوتا ہے کیونکہ وہ ربُّ المال کے حکم سے تصرف کرتا ہے پس جو ذمہ داری اس کو لاحق ہوگی۔ وہ ربّ المال کو بھی لاحق ہوگی۔ اور نفع حاصل کرنے کے بعد شریک ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے عمل کے ذریعے جزو مال کا مالک ہو چکا ہوتا ہے اور جب کسی وجہ سے مضاربت فاسد ہو جائے تو اجیر کے درجہ میں ہوتا ہے کہ اس کو محنت کی مزدوری ملتی ہے۔ خواہ تجارت میں نفع ہو یا نہ ہو۔ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ سے یہی روایت منقول ہے۔ اور اگر مضارب نے ربّ المال کے حکم کے خلاف کیا مثلاً کسی ایسی چیز کی خرید و فروخت کی جس سے ربّ المال نے منع کر دیا تھا تو وہ غاصب ہوگا کیونکہ غیر کے مال میں تعدی پائی گئی ہے لہٰذا مضارب پر ضمان لازم ہوگا۔ اور اگر مضارب کے لیے کل نفع مشروط ہو تو مضارب مستقرض ہوگا گویا اس نے ربّ المال سے مال بطور قرض لے لیا ہے۔ اور اگر کل نفع کی شرط ربُّ المال کے لیے ہو تو مضارب مستبضع ہوگا یعنی عقد مضاربت نہ رہے گا بلکہ عقد بضاعت ہو جائے گا اور مضارب ربُّ المال کے حق میں محسن شمار ہوگا۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے مختلف حالات میں مضاربت کی حیثیت مختلف ہوتی ہے۔ چنانچہ کارکن

ابتدا میں تو امین ہوتا ہے اور جب کام شروع کر دے تو وکیل بن جاتا ہے اور جب اس میں نفع حاصل کر لیتا ہے تو شریک بن جاتا ہے کیونکہ فریقین نفع میں شریک ہیں اور اگر معاملۂ مضاربت فاسد ہو جائے تو وہ مزدور کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ اس میں یعنی اس حالت میں کارکن کام کے مطابق مزدوری کا حقدار ہوتا ہے امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ مزدوری اتنی زیادہ نہیں ہو گی جتنی کہ معاہدہ کے وقت مضاربت میں مقرر کی گئی تھی اور اگر مالک کی مخالفت کر دے یعنی معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے کی صورت میں غاصب ہو جاتا ہے اگرچہ بعد میں اس کو اختیار حاصل ہو جائے اور اجازت بھی مل جائے[۴۳] ہدایہ میں ہے اگر کارکن نے اس مقصد کے خلاف کام کیا جس کے لیے مال اس کو سپرد کیا گیا تھا تو یہ مال اور حاصل شدہ نفع مالک مال کو واپس کر دے۔ محنت کے معاوضہ کا بھی اسے کوئی حق نہیں ہے کیونکہ غاصب کے بارے میں یہی حکم ہے[۴۴] کافی میں ہے اگر پورا نفع مالک مال کے لیے شرط کیا گیا ہو تو بضاعت ہو جاتی ہے اور اگر سارے کا سارا نفع کارکن کے لیے شرط کر دیا گیا ہو تو قرض ہو جاتا ہے[۴۵] فتاوی قاضی خان میں ہے اگر مضاربت صحیحہ ہو اور کارکن نے کچھ نفع نہ کمایا تو اس کو کچھ نہ ملے گا اور اگر مضاربت فاسدہ میں کارکن کے پاس سے مال ضائع ہو گیا تو کارکن ضامن نہیں ہو گا۔

المبسوط میں ہے کہ اس کو اپنے کام کا اجر مثل یعنی محنت کے مطابق مزدوری ملے گی[۴۶] ابن رشد لکھتے ہیں مضارب نفع کی صورت میں نفع میں حصہ پائیگا معاہدہ مضاربت فاسد ہونے کی صورت میں وہ اجرت پانے کا مستحق ہو گا اگر وہ معاہدہ کی خلاف ورزی کرے گا تو غاصب شمار ہو گا کیوں کہ اس نے دوسرے کے مال میں زیادتی کی ہو گی[۴۷]

مضارب اور ربّ المال میں نفع کی تقسیم نسبت سے ہونا ضروری ہے

صحتِ مضاربت کے لیے مال لینے والے یعنی مضارب اور مال کے مالک یعنی ربّ المال دونوں کے لیے طے کیا جانے والا حصۂ نفع ایک عام نسبت سے ہو۔ اگر ایک متعین رقم طے کر لی گئی تو مضاربت فاسد ہو جائے گی۔

صحت مضاربت کے لیے نفع کا دونوں کے درمیان شائع اور عام ہونا شرط ہے مثلاً نصف یا تین تہائی وغیرہ۔ اگر مضارب نے یا ربّ المال نے اپنے لیے معین مقدار کی شرط کر لی یا دس درہم

زائد کی شرط کرلی تو عقد فاسد ہو جائیگا۔ اور مضارب کو اس کی محنت کی مزدوری ملے گی لیکن جو مقدار مشروط تھی امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس مقدار سے زائد مزدوری نہیں دی جائیگی۔ امام محمدؒ اور ائمہ ثلاثہ کے نزدیک پوری مزدوری دی جائیگی گو مشروط سے زائد ہو۔

کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ کے مصنف نے صراحت کردی ہے اس بات پر کہ مضاربت اور شرکت میں کسی فریق کا حصہ نفع متعین رقم کی صورت میں نہیں طے کیا جا سکتا۔ چاروں مکاتب فکر متفق ہیں۔ نیز اس بات پر بھی کہ مضاربت میں فریقین باہمی رضامندی سے نفع کی تقسیم کی جو نسبت بھی چاہیں طے کرسکتے ہیں[۴۸] فقہائے احناف کے نزدیک یہ ضروری ہے کہ شرکت میں کسی شریک کے لیے طے کردہ حصہ نفع کل نفع کا ایک عام حصہ باعتبار نسبت ہو متعین رقم نہ ہو۔[۴۹] اور یہ بھی ضروری ہے کہ مضاربت پر مال لینے والے اور مال کے مالک دونوں کے لیے طے کیا جانے والا حصہ نفع ایک عام نسبت سے ہو مثلاً آدھا۔ تہائی۔ یا چوتھائی اگر ایک متعین عدد طے کرلیا گیا ہو مثلاً یہ کہ اُن میں سے ایک کے لیے نفع میں سو درہم یا اس سے کم یا زیادہ درہم ہوں گے اور باقی دوسرے کے لیے ہوگا تو یہ جائز نہیں ہے اور مضاربت فاسد ہو جائیگی[۵۰]

مضاربت کے سلسلہ میں مالکی اور شافعی فقہاء کا مسلک بھی یہی ہے امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ:۔

”اگر ایک آدمی دوسرے کو سرمایہ بطور مضاربت دے اور اس سے یہ طے کرلے کہ نفع میں سے کچھ اسی کے لیے مخصوص ہوگا اس کے کاروبار کرنے والے ساتھی کا اُس میں کوئی حق نہیں ہوگا۔ تو یہ درست نہ ہوگی خواہ مخصوص کی ہوئی یہ رقم ایک درہم ہی کیوں نہ ہو۔ صحیح صورت صرف یہ ہے کہ وہ آدھا نفع اپنے لیے طے کرلے اور آدھا کاروباری فریق کے لیے یا تہائی یا چوتھائی یا اس سے کم یا زیادہ طے کرلے۔“[۵۱]

مالکی فقہاء کے نزدیک ضروری ہے کہ مضاربت میں کاروباری فریق کے لیے طے کیا جانے والا حصۂ نفع کل نفع کا ایک عام اور متعین جز ہو۔ مثلاً چوتھائی یا آدھا غیر متعین نہ ہو۔ اسی مال کے نفع کا حصہ ہو جو صاحب سرمایہ نے دیا ہے۔ کسی اور مال کا نفع نہ ہو اور کوئی متعین رقم نہ طے کی جائے مثلاً یہ کہ خواہ نفع کم ہو یا زیادہ اس میں سے دس دینار کاروباری فریق کو ملیں گے[۵۲]

شافعی فقہاء کے نزدیک جب ایک فریق سرمایہ فراہم کرے اور دوسرا اس سے کاروبار کرے

تو ضروری ہے کہ نفع انہی دونوں کے لیے مخصوص ہو اور دونوں اس میں شریک ہوں ہر ایک کا حصہ کل نفع کے ایک جز کے طور پر متعین و معلوم ہو اگر کسی فریق کے لیے دس درہم طے کئے گئے یا کسی خاص قسم کے مال تجارت کا نفع طے کیا گیا ہو تو معاہدہ فاسد ہو جائیگا[۳] حنبلی فقہاء کا مسلک وہی ہے جو حنفی فقہاء کا ہے یعنی جب دو افراد شرکت کریں تو نفع ان کے مابین ان کے طے کردہ نسبت سے تقسیم پائیگا۔ شرکت کی تمام صورتوں میں جہاں تک مضاربت کی سادہ شکل کا سوال ہے اس بارے میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا[۴] اور کسی شریک کے لیے مخصوص طور پر چند متعین درہم زائد دینا نہیں طے کیا جا سکتا[۵] شرکت یا مضاربت میں دونوں فریقوں میں سے کوئی اگر اپنے لیے درہموں کی تعداد طے کرلے تو ایسا کرنا درست نہیں ہوگا[۶]

شرط فاسد سے مضاربت فاسد ہوجاتی ہے

جو شرط نفع میں جہالت پیدا کرے وہ مفسد مضاربت ہے اگر کوئی شرط ایسی لگائی گئی ہے جو موجب جہالت نفع یا موجب قطع شرکت نہ ہو تو ایسی شرط سے عقد فاسد نہیں ہوتا بلکہ خود شرط باطل ہوجاتی ہے۔ چنانچہ اگر مضاربت میں کوئی موجب جہالت نفع شرط لگائی ہو مثلاً رب المال نے مضارب سے بطریق تردید کہا کہ تیرے لیئے نصف نفع ہے یا تہائی یا کوئی ایسی شرط لگائی گئی ہو جو قاطع شرکت ہو مثلاً کسی ایک کے لیئے معین دراہم کی شرط کرلینا تو ایسی شرطوں سے عقد مضاربت فاسد ہوجاتا ہے کیوں کہ مضاربت میں نفع معقود علیہ ہوتا ہے اور جہالت معقود علیہ مفسد عقد ہوتی ہے اور اگر کوئی ایسی شرط لگائی گئی جو جہالت نفع یا موجب قطع شرکت نہ ہو جیسے مضارب پر نقصان اور خسارے کی شرط کرنا تو ایسی شرط سے عقد فاسد نہیں ہوتا بلکہ خود شرط باطل ہوجاتی ہے جیسے وکالت اور عقد بلکہ یہ شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتی

مصادر قانون اسلامی میں ہے کہ ہر وہ شرط جو نفع میں جہالت کا سبب بنے یا شرکت میں قطع تعلق کا باعث ہو تو وہ مضاربت کے فاسد ہونے کا موجب ہوگی اور جن شرائط سے اس قسم کا احتمال نہیں ہے وہ شرائط غیر معتبر ہیں اور ان سے مضاربت بھی فاسد نہیں ہوتی[۷] اگر مال والے نے کارکن سے کہا کہ تجھ کو تہائی ⅓ نفع ملے گا اور دس درہم ہر مہینہ میں ملیں گے اگر تو

مضارب کا کام کریگا تو مضاربت جائز ہے اور شرط باطل ہے۔ لہذا اگر اس کارکن نے اس شرط پر کام کیا اور نفع اٹھایا تو نفع شرط کے مطابق تقسیم ہوگا اور کارکن کو اس میں سے کوئی مزدوری نہیں ملے گی۔ اگر آدھے کی مضاربت پر ہزار درہم کارکن کو اس شرط پر دیئے کہ مال والا ایک سال تک اپنی زمین مضارب یعنی کارکن کو دے گا اور وہ اس زمین میں زراعت کریگا یا کوئی گھر اس کو دے دیا تاکہ وہ اس میں رہائش رکھے تو شرط باطل ہے۔ اور مضاربت جائز ہے [۵۸]

ان امور کا بیان جنکا مضاربت کیلیے سر انجام دینا جائز یا ناجائز ہے

اگر عقد مضاربت کسی مکان و زمان اور تصرف خاص کے ساتھ مقید نہ ہو بلکہ مطلق ہو تو مضارب کے لیے وہ تمام امور جائز ہیں جو تجار کے یہاں معتاد ہوں۔ اگر رب المال نے تجارت کے لیے کوئی خاص شہر یا کوئی خاص سامان یا کوئی خاص وقت یا کوئی خاص آدمی معین کر دیا ہو جس کے ساتھ وہ معاملہ کرے تو مضارب کے لیے اس کا خلاف کرنا جائز نہیں۔ رب المال کو یہ حق حاصل نہیں کہ کوئی ایسی شرط عائد کرے جو سود مند نہ ہو۔

مندرجہ بالا عبارت کی تفصیل یہ ہے اگر عقد مضاربت کسی مکان و زمان اور تصرف خاص کے ساتھ مخصوص نہ ہو بلکہ مطلق ہو تو وہ مضارب کے لیے ان تمام امور کا معاملہ کرنا جائز ہے جو عام طور پر تجارت کے سلسلہ میں ان امور کی ضرورت واقع ہوتی ہے جیسے ہاتھ در ہاتھ یا ادھار خرید و فروخت کرنا۔ وکیل بنانا۔ سفر کرنا۔ بطریق بضاعت مال دینا۔ کسی کے پاس مال ودیعت رکھنا۔ گروی لینا۔ گروی رکھنا۔ کرایہ پر لینا۔ کرایہ پر دینا وغیرہ کیونکہ یہ سب امور سوداگروں کے یہاں معتاد ہیں اور تجارت کے سلسلہ میں ان کی ضرورت واقع ہوتی ہے ہاں مال مضاربت سے خرید کردہ غلام یا باندی کا نکاح نہیں کرا سکتا۔ کیوں کہ تزویج ممالک اعمال تجارت سے نہیں ہے اور نہ کسی کو مال مضاربت پر دے سکتا ہے۔ ہاں اگر رب المال کی طرف سے اس کی اجازت ہو یا اس نے کہہ دیا ہو کہ اپنی رائے سے کام لے۔ اگر رب المال نے تجارت کے لیے کوئی خاص شہر یا کوئی خاص سامان یا کوئی خاص وقت یا کوئی خاص آدمی معین کر دیا ہو جس کے ساتھ وہ معاملہ کرے تو مضارب کے لیے اس کے خلاف کرنا جائز نہیں کیونکہ مضارب جو مال میں تصرف کرنیکا مالک ہوتا ہے وہ رب المال کی تفویض سے ہوتا ہے اور رب المال نے تفویض کو

امور مذکورہ کے ساتھ خاص کیا ہے جو فائدہ سے خاص نہیں۔ کیونکہ تجارت اختلاف امکنہ وامتعہ اور اختلاف اوقات واشخاص کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے۔ اس لیے مضارب کو اس کی تفویض کے خلاف کرنا جائز نہیں ہوگا لیکن امام شافعیؒ کے نزدیک اگر ربُّ المال نے ان چیزوں کی تعیین کردی ہو تو مضاربت ہی صحیح نہیں ہوگی۔ اگرچہ مسالک مختلف ہیں جو تفصیل طلب ہیں لیکن اجمالاً سب سے پہلے احناف کے مسلک کو تحقیق کی روشنی میں سمجھیئے۔ احناف کہتے ہیں کہ مالک مال کو خصوصی اختیارات حاصل ہیں۔

۱/ مالکِ مال کو حق حاصل ہے کہ معاملہ مضاربت کے لیے خاص معیاد مقرر کردے اور اس کی یہ شرط درست ہے کہ کارکن صرف اس موسم میں کاروبار کریگا جس میں پیاز یا روئی ہوتی ہے یا یہ قید لگادے کہ صرف موسم سرما یا موسم گرما میں تجارت کا کام کیا جائے۔ یا یہ سال بھر سے زیادہ عرصہ تک کاروبار جاری نہ رہیگا وغیرہ۔

۲/ مالکِ مال کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ تجارت کے لیے کسی خاص مقام کی تعیین کردے لہذا اگر وہ یہ کہے کہ کاروبار صرف پاکستان یا سعودی عرب یا ایسے ہی کسی اور شہر میں کیا جائے تو اسے اختیار حاصل ہے۔

۳/ مالکِ مال کو یہ اختیار بھی حاصل ہے کہ وہ کارکن کو کسی خاص قسم کی چیز کی تجارت کا پابند کردے لہذا یہ شرط درست ہے کہ فلاں شخص کے علاوہ کسی اور کے ہاتھ مال فروخت نہ کیا جاوے یا فلاں کے سوا کسی اور سے نہ خریدا جائے۔ تمام صورتوں میں کارکن کے لیے یہ درست نہیں کہ مالک مال کی عائد کردہ شرائط کی خلاف ورزی کرے اگر اس کے خلاف کیا تو اسے غاصب یعنی ناجائز قبضہ کرنے والا تصور کیا جائیگا اور اسی طرح اگر مضاربت کے سرمایہ سے کارکن نے کوئی مال خریدا تو یہ کاروبار اس کے اپنے کھاتے سے تصور کیا جائے گا۔ اور اس پہ مالکِ مال کو کوئی دخل نہیں ہوگا۔ لیکن اس کی ذمہ داری کارکن پر عائد ہوگی اور اس کام کے معاوضہ کا حقدار نہ ہوگا۔ البتہ اگر کسی شرط کے خلاف کیا اور اس کو درگزر کرنا ممکن ہو اور اس سے رجوع کرلیا تو معاملہ مضاربت بدستور قائم رہیگا۔ مثلاً اگر کارکن نے مال کی خریداری اس شہر کے علاوہ جس کی شرط مالکِ مال نے عائد کی ہے کسی اور جگہ سے کی لیکن اسے واپس کردیا اور پھر وہیں سے خرید کرلیا جہاں کی شرط تھی تو معاملہ مضاربت بدستور قائم رہیگا۔

۴/ مالک کو یہ حق نہیں ہے کہ کوئی ایسی شرط عائد کرے جو سود مند نہ ہو مثلاً یہ ممانعت

کردے کہ کوئی مال نقد درہم لے کر فروخت نہ کیا جائے ایسی شرط پر عمل نہیں کیا جائیگا۔ کیونکہ اس میں منافع کا نقصان ہے جس میں کارکن کا بھی حصہ ہے البتہ اگر مال کی فروخت ادھار ضمانت پر ہو اور درہم سے زیادہ درہم ملیں تو مالک کو حق ہے کہ نقد فروخت سے روک دے کیونکہ اس میں فائدہ زیادہ ہے۔

اگر کاروبار کے لیے کوئی ایسی شرط عائد کردے جس میں تھوڑا سا فائدہ کا احتمال ہو مثلاً یہ کہا جائے کہ لاہور کے انارکلی بازار یا لوہاری گیٹ میں کاروبار کیا جائے تو اس قسم کی پابندی پر عمل نہیں کیا جائے گا سوائے اس صورت کے جب کہ کسی خاص جگہ کے سوا اور جگہ کاروبار کرنے کی ممانعت کردی ہو۔ مثلاً یہ کہہ دیا ہو کہ صرف بازار میں کاروبار کرنا کیوں کہ مالک اپنے مال کا والی اور اس کی حالت کا نگران ہوتا ہے لہذا اس کے متعلق جس بات سے منع کرے اس کے مطابق عمل کرنا لازمی ہے [۵۹]

الہدایہ میں ہے کارکن کو ہر ایسا کام کرنے کا حق اور اختیار ہے کہ جو عام ہو اور لوگوں کے درمیان تجارتی معاملات میں معروف ہو کارکن کے لیے جائز ہے کہ وہ مضارب کے مال کو کسی کے پاس امانت رکھ دے اسے بوقت ضرورت خرید و فروخت کے معاملہ میں کسی کو وکیل بنانے کی بھی اجازت ہے رہن پر چیز رکھ دینا اور لینا۔ کرایہ پر دینا اور لینا۔ ودیعت رکھنا یا بضاعت کے طور پر مال دے دینا اور مالِ مضاربت کے ساتھ سفر کرنا وغیرہ سبھی امور میں کارکن کو اختیار حاصل ہے کارکن صرف مضاربت کے معاہدہ ہی سے ان امور کا مختار اور مستحق نہیں البتہ اس کو یہ کہہ دیا جائے کہ اپنی رائے سے جو چاہو کام کرو تو اس وقت اس کو اس قسم کے جملہ امور کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے [۶۰]

امور ثلاثہ میں مضارب مختار نہیں جبتک کہ ربّ المال ان امور کی صراحت نہ کردے

معاملہ مضاربت میں وہ مخصوص امور اور افعال جن کا مضارب مختار نہیں ہوتا نہ مطلق عقد مضاربت کی وجہ سے اور نہ ربُّ المال کے صرف یہ کہہ دینے سے کہ تو اپنی رائے سے جو چاہے اس پر عمل کر جب تک ربُّ المال ان امور کی صراحت نہ کردے۔ وہ امور تین ہیں ایک معاملہ اِستدانت

دوسرا معاملہ سفاتج تیسرا معاملہ ہبہ یا صدقہ کرنا۔

۱ ، معاملۂ استدانت

اس قسم کے افعال میں سے ایک معاملہ استدانت کا ہے جس کی صورت یہ ہے کہ کارکن نے درم دنانیر نقد کے بدلے کوئی چیز خریدی اور اس سے قبل وہ کل سرمایہ کے بدلے کچھ سامان بھی خرید چکا ہو۔ لہٰذا اسی قسم کی طرح جو معاملہ بھی اس کے مشابہہ ہوگا تو کارکن کو اس قسم کے عمل کا اختیار نہیں ہے۔ جیسے مضارب اصل سرمایہ سے زائد رقم کی کوئی چیز خرید کرلے یعنی اصل سرمایہ ایک ہزار تھا اور کارکن نے ایک ہزار سے زائد کچھ سامان خرید لیا تو اس کا حکم یہ ہے کہ ایک ہزار کا حساب تو مضاربت کے مطابق ہوگا اور اس سے جتنا زائد ہے اس کا ذمہ دار کارکن ہوگا۔ اس لئے کہ اس صورت میں مضاربت کے مال کی مقدار اس اصل سرمایہ سے بھی زیادہ ہوگئی ہے۔ جس پر مضاربت کا معاملہ طے ہوا تھا لہٰذا اس زائد مال پر مال والا راضی نہ ہوگا۔ اور نہ ہی وہ زائد سامان کی خریداری کی وجہ سے اپنے حصّے کو قرض میں مشغول کر دینے کو پسند کریگا جو کہ اس کی قیمت قرض ہوگئی ہے[۶۱] کیوں کہ یہ بات ظاہر ہے کہ جب یہ زائد سامان رأس المال کے بدلے نہیں خریدا گیا بلکہ نقد درم و دنانیر کے بدلے خریدا گیا ہے تو یقیناً یہ قرض مال والے ہی کے ذمہ ہوگا۔ جس پر مال والے کا راضی ہونا کوئی ضروری نہیں ہے۔ اور اگر مال والے نے کارکن کو استدانت کی اجازت دے دی تو پھر اس طرح سے خرید کردہ سامان دونوں کے درمیان آدھا آدھا مشترک ہوگا جیسا کہ شرکت وجوہ میں ہوتا ہے[۶۲] تو اس وقت مضاربت پیش ہوگی۔

۲ ، سفاتج

ان امور و افعال میں سے ایک معاملہ سفاتج ہے اس کا بھی کارکن مختار نہیں۔ سفاتج کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی کو کوئی مال اس شہر میں دے دینا جس کا دوسرے شہر میں یہ مال موجود ہے اور اس کی رسید پر سامان کی وہ قسم دوسرے شہر میں لے لینا تاکہ راستے کے خطرہ سے امن میں رہے یہ ایک قسم کا قرض ہے اس لیے کارکن کو ایسا کرنے کی اجازت نہیں ہے کیوں کہ یہ بھی استدانت کی ایک قسم ہے اور سفاتج کا مطلب دراصل مال کو قرض دے دینا ہے اس لیے اس کا اختیار نہیں ہے۔

۳ ، ہبہ یا صدقہ کا اختیار

کارکن کو قرض دینے ہبہ کرنے یا صدقہ کرنے کا بھی اختیار نہیں کیوں کہ یہ سخاوت اور نیکی میں شامل ہے[۶۳]

اور ظاہر ہے کہ مال دینے والے کی طرف سے کارکن کو صرف ایسے تصرفات کی اجازت دی گئی ہے جو نفع حاصل کرنے کا ذریعہ ہوں نہ کہ نیکی اور صدقات و خیرات و احسان کی باتیں ہوں۔

ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی شرکت و مضاربت کے شرعی اصول میں لکھتے ہیں۔ مضاربت کی بحث میں علامہ کاسانی مصنف بدائع الصنائع نے یہ لکھا ہے کہ مضاربت میں کاروباری فریق کو ادھار فروخت کرنے کا اختیار حاصل ہونے کی صورت میں امام ابوحنیفہؒ کی رائے ایک ہے اور امام محمدؒ کی رائے دوسری ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ اختیار از روئے معاہدہ خودبخود حاصل ہو جاتا ہے اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک بغیر اجازت کے نہیں حاصل ہو سکتا۔ فقہ حنفی میں جو رائے اختیار کی گئی ہے وہ امام ابوحنیفہؒ کی رائے ہے۔ ادھار خریدنے کے اختیار میں حنفی فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ یہ اختیار صاحب سرمایہ کی صریح اجازت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا کیوں کہ مال ادھار خریدنا قرض لینے کے مترادف ہے اگر کاروباری فریق صاحب سرمایہ کی اجازت کے بغیر ایسا کریگا تو یہ اقدام اس کی جانب سے اس کی ذاتی حیثیت میں سمجھا جائیگا۔ کاروبار مضاربت سے اس کا تعلق نہ ہوگا۔

علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں قرض لینے کی صورت یہ ہے کہ کاروباری فریق کچھ سامان تجارت اس طور پر خریدے کہ اس کی قیمت قرض رہے اور اس کے پاس قیمت کی جنس کا مال موجود نہ ہو...... کاروبار مضاربت کی جانب سے ایسا کرنا جائز نہیں..... جبکہ کاروباری فریق مضاربت کے سرمایہ پر قبضہ حاصل کرلے تو اسے اس کا اختیار نہیں کہ جو سرمایہ اس کے ہاتھ میں ہے اس سے زیادہ دام کا سامان خریدے کیوں کہ یہ زیادہ قرض ہوگا۔ اور اس کے پاس مضاربت کے سرمایہ میں سے اس قرض کی ادائیگی کے لیے کچھ نہیں ہے۔ اگر اس نے کچھ سامان دو ہزار درہم پر خریدا اور مضاربت کا اصل سرمایہ صرف ایک ہزار ہے تو خریدے ہوئے سامان میں سے ایک ہزار کا مال تو کاروبار مضاربت کیلئے ہوگا اور باقی مال کاروباری فریق کا اپنی ذاتی حیثیت میں ہوگا۔ اس کا نفع اسی کو ملے گا اور خسارہ ہوا تو یہ خسارہ بھی اسی کو برداشت کرنا ہوگا۔ یہ زائد قیمت اس کے ذمہ قرض رہیگی جسے وہ اپنے ذاتی سرمایہ میں سے ادا کرنے کا ذمہ دار ہوگا اگر دوسرے شرکاء مضاربت میں سرمایہ فراہم کرنے والے اجازت دے دیں تو کسی مقدار میں بھی ادھار مال خریدا جا سکتا ہے۔ شرکت میں اس مال کی نوعیت مشترکہ مال کی اور اس کی قیمت کی نوعیت مشترکہ ذمہ داری پر لیے ہوئے قرض کی ہوگی۔ مضاربت میں حنفی فقہاء

کے نزدیک اس مال کی نوعیت صاحب سرمایہ اور کاروباری فریق کے مشترکہ مال کی اور اس کی قیمت کی نوعیت مشترکہ ذمہ داری پر لیے ہوئے قرض کی ہو گی۔ اس مال کو صاحب سرمایہ کا مال اور اس قیمت کو صرف صاحب سرمایہ کے ذمہ قرض کی حیثیت نہیں دی جا سکتی۔ اس کا سبب وہ یہ بتاتے ہیں کہ مضاربت کا معاہدہ قرض سرمایہ کی بنیاد پر نہیں کیا جا سکتا قرض سرمایہ کی بنیاد پر کاروبار کی جائز شکل شرکت وجوہ کی شکل ہے۔ دو افراد کسی سرمایہ کے بغیر صرف اپنی کاروباری ساکھ کی بنیاد پر ایک دوسرے کی شرکت میں کاروبار کا معاہدہ کرتے ہیں تو یہ معاہدہ شرکت وجوہ قرار پاتا ہے۔ یہ دونوں ادھار مال خریدتے ہیں اور اس کی فروخت کے ذریعہ نفع کماتے ہیں۔[۶۴]

مضارب کا دوسرے شخص کو مضارب بنانے کا حکم

مضارب نے رب المال کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے شخص کو مضاربت پر مال دے دیا تو مضارب اول پر صرف مال دینے سے ضمان عائد نہ ہوگا جب تک کہ مضارب ثانی عمل تجارت نہ کرے خواہ مضارب ثانی کو نفع حاصل ہو یا نہ ہو۔ مندرجہ بالا مسئلہ کی حقیقت صاحبین کے مطابق ہے اور اسی پر فتویٰ ہے اگرچہ اس مذکورہ مسئلہ پر اختلاف پایا جاتا ہے تاہم جمہور فقہاء اسی پر متفق ہیں۔ امام اعظمؒ صاحب سے امام حسنؒ کی روایت ہے کہ جب تک مضارب ثانی کو نفع حاصل نہ ہو اس وقت تک مضارب اول پر ضمان نہ آئے گا امام زفرؒ کے نزدیک صرف مال دینے ہی سے ضمان لازم ہو جائے گا۔ خواہ مضارب ثانی عمل کرے یا نہ کرے۔ ائمہ ثلاثہ بھی اسی کے قائل ہیں۔ کیوں کہ مضارب کو بطریق ودلیعت مال دینے کا حق ہے نہ کہ بطریق مضاربت جیسا کہ ابتدا میں گزر چکا ہے۔

صاحبین یہ فرماتے ہیں کہ مضارب کا مال دینا درحقیقت ایداع ہے۔ مضاربت کے لیے تو وہ اس وقت ہوگا جب مضارب ثانی کی طرف سے عمل پایا جائے گا۔

امام صاحبؒ یہ فرماتے ہیں کہ دفع مال قبل از عمل ایداع ہے اور بعد از عمل ابضاع ہے اور مضارب کے لیے دونوں طرح دینے کا حق ہے پس نہ ایداع سے ضامن ہوگا۔ کیوں کہ اب مال میں مضارب ثانی کی شرکت ثابت ہو گئی۔

مذاہب فقہ میں ہے احناف کہتے ہیں کہ اگر کارکن نے کسی اور شخص سے معاملہ مضاربت کیا تو

دیکھنا چاہیئے کہ آیا اس نے یہ مالک مال کی اجازت سے کیا ہے یا نہیں۔ اگر اس کی اجازت سے نہیں کیا تو معاملہ مضاربت فاسد ہو جائیگا۔ لیکن کارکن اس مال کا ذمہ دار نہیں ہوگا۔ بجز اس صورت کے جبکہ مضارب نے اس سے کاروبار کیا ہے چنانچہ اگر خالد نے وہ رقم جو رب المال نے دی ہے دوسرے شخص کو دی ہے کہ وہ شخص اس کو بطور مضاربت کاروبار میں لگائے اور وہ رقم کام میں لائی جانے سے پہلے تلف ہو گئی تو خالد اس کا ذمہ دار نہ ہوگا کیونکہ اس صورت میں وہ مال جو دوسرے کو دیا گیا ہے اس کی حیثیت سپردگی میں دیئے ہوئے مال کی ہے۔ اور کارکن کو یہ حق ہوتا ہے کہ وہ مضاربت کی رقم کسی کے سپردگی میں دے دے اور اس کے تلف ہونے کا ذمہ دار نہیں ہوتا۔ لیکن اگر اس مال کو دوسرے شخص نے کاروبار میں لگا لیا تو اب وہ شخص سچے معنوں میں محض مال کا تحویل دار نہیں بلکہ مضارب ہو گیا اور کسی کارکن کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ مالک مال کی اجازت کے بغیر اس رقم سے کوئی اور معاملہ مضاربت کرے۔ ۶۵ مضارب کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ مالک مال کی اجازت کے بغیر کسی شخص کو مال مضاربت پر دے دے تو اسے واضح الفاظ میں اجازت دے دے یا اسے اختیار دے دے کہ اپنی رائے اور سمجھ بوجھ کے مطابق کاروبار کرو۔ ۶۶ اگر کسی شخص نے جو کہ خود مضارب اور کارکن ہے۔ اس نے مضاربت کا مال کسی دوسرے شخص کو بطور مضاربت دے دیا حالانکہ مالک مال نے کارکن کو اس کی اجازت نہیں دی تھی تو اس صورت میں مضاربت کا مال دوسرے کارکن کو دے دینے سے یا دوسرے کارکن کے کاروبار اور کام کرنے کی وجہ سے کارکن اول اس وقت تک مال کا ضامن نہیں ہوگا جب تک کہ دوسرے کارکن کو نفع حاصل نہ ہو جائے اور جب نفع حاصل ہو جائے تو پھر کارکن اول مالک مال کے سرمایہ کا ضامن نہ ہوگا۔ یہ روایت حسن بن زیادؒ کی ہے جسے وہ امام ابوحنیفہؒ سے نقل کرتے ہیں لیکن امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جس وقت دوسرا کارکن کام شروع کر دے گا خواہ اُسے نفع حاصل ہو یا نہ ہو کارکن اول پر اس وقت ضمان لازم آئے گا۔ یہ ظاہر روایت ہے جسے فقہاء احناف بیان کرتے ہیں اور اس پر فتویٰ ہے۔ امام زُفرؒ فرماتے ہیں کہ کارکن اول دوسرے کارکن کو محض مال مضاربت پر دے دینے سے ضامن ہو جائیگا خواہ دوسرا کارکن کچھ کاروبار کرے یا نہ کرے ۶۷ ایک روایت امام ابویوسفؒ سے بیان کی جاتی ہے کہ پہلے کارکن کو مضاربت کا مال کسی کو دینے کا جو اصل حق اور اختیار حاصل ہے وہ صرف امانت کے طور پر کسی کے پاس رکھنے کا ہے۔

مضاربت پر آگے دینے کا حق حاصل نہیں ہے لہٰذا مالکِ مال کی اجازت سے اور مرضی کے بغیر کسی دوسرے کو بطور مضاربت دینے پر ہی پہلے کارکن پر مال کی ضمانت لازم آئے گی [۶۸]

صاحبین کی دلیل یہ ہے کہ محض مال مضاربت کسی کو دے دینا ایسا ہے جیسے کسی دوسرے کے پاس امانت رکھ دینا ہے اور بطور مضاربت مال سپرد کر دینا اسوقت معلوم ہوگا اور ثابت ہوگا جبکہ اس میں کاروبار بھی کرلیا جائے اس لیے کاروبار اور عمل کرنے سے قبل مال کو بطور امانت ہی تصور کیا جائیگا۔

امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ کسی کو مضاربت کا مال دے دینا تو کاروبار سے قبل اس کی حیثیت امانت کی ہے اور کاروبار کے بعد وہ مال بطور بضاعت ہوجائیگا یعنی اس کی صورت یہ ہوگی کہ کچھ سامان کوئی نفع بخش معاملہ یا کاروبار کرنے کے لیے کسی دوسرے شخص کو اس طرح سے دے دینا کہ نفع میں اسکی شرکت طے نہ کی جائے لہٰذا یہ دونوں باتیں ایسی ہیں کہ جن کا کارکن کو اختیار حاصل ہے اس لیے محض ان دو چیزوں کی وجہ سے تو پہلا کارکن ضامن نہیں ہوگا البتہ جب دوسرے کارکن نے اپنے کاروبار کے ذریعے اس مال میں کچھ نفع بھی حاصل کرلیا ہے تو اس مال میں دوسرے کارکن کی شرکت ظاہر اور ثابت ہوگئی تو پھر وہ ضامن ہوگا [۶۹]

مختلف حیثیات سے ربّ المال مضارب اول اور مضارب ثانی میں نفع کی تقسیم

(ا) اگر مضارب نے رب المال کی اجازت سے دوسرے شخص کو مضاربت بالثلث یعنی ۱/۳ پر مال دیا اور جبکہ رب المال کی جانب سے مضارب اول کے لیے یہ طے تھا کہ جو کچھ نفع ہوا ہم دونوں میں نصف نصف ہے تو رب المال کو کل نفع کا نصف ملے گا مضارب ثانی کو ۱/۳ یعنی تہائی اور باقی ایک سدس یعنی ۱/۶ مضاربِ اول کو ملے گا۔

(ب) اگر رب المال نے بوقت مضاربت یہ کہا جو تجھے نفع ہوا وہ ہم میں نصف نصف ہے جبکہ مضارب اول نے دوسرے شخص کو مضاربت بالثلث یعنی ۱/۳ پر مال دیا تو مضارب ثانی یعنی ۱/۳ اور باقی نفع رب المال اور مضارب اول کے درمیان آدھوں آدھ تقسیم ہوگا۔

(ج) اگر رب المال نے بوقت مضاربت یہ کہا جو تجھے نفع ہوا وہ ہم میں نصف نصف ہے جبکہ مضارب اول نے دوسرے شخص کو مضاربت بالنصف پر مال دیا تو مضاربِ ثانی کے لیے نصف

یعنی ۱/۲ اور باقی نصف میں رب المال اور مضارب اول دونوں برابر ہوں گے۔

(د) اگر رب المال نے بوقت مضاربت یہ کہا جو کچھ نفع ہوا اس میں نصف میرا ہے جبکہ مضارب اول نے دوسرے شخص کو مضاربت بالنصف پر مال دیا تو نصف یعنی ۱/۲ رب المال کا ہوگا اور نصف یعنی ۱/۲ مضارب ثانی کا ہوگا۔ اور مضارب اول کو کچھ نہ ملے گا۔

(ہ) اگر رب المال نے بوقت مضاربت یہ کہا جو کچھ نفع ہوا اس میں نصف میرا ہے جبکہ مضارب اول نے دوسرے شخص کو مضاربت بالثلثین یعنی ۲/۳ پر مال دیا تو کل نفع کا نصف یعنی ۱/۲ رب المال کو ملے گا اور باقی نصف یعنی ۱/۲ مضارب ثانی کو ملے گا جبکہ مزید کل نفع کا سدس یعنی ۱/۶ مضارب اول اپنے پاس سے مضارب ثانی کو دیگا۔

صورت مذکورہ بالا کے پانچ اجزا ہیں ہر جز کا مفہوم اور حکم علیحدہ علیحدہ ہے جبکہ دقیق نظر سے دیکھا جائے تو فرق بالکل واضح ہو جاتا ہے وضاحت درج ذیل ہے۔

صورت مذکورہ بالا کی جز الف یہ ہے کہ مضارب نے رب المال کی اجازت سے دوسرے شخص کو مضاربت بالثلث پر مال دیا جبکہ رب المال نے مضارب اول سے یہ طے کر لیا تھا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ دے گا وہ ہمارے درمیان نصف نصف ہوگا تو رب المال کو اس شرط کے بموجب کل نفع کا نصف ملے گا اور مضارب ثانی کو ایک ثلث کیونکہ مضارب اول نے اس کے لیے کل نفع کا ایک ثلث مقرر کیا تھا اب باقی رہا ایک سدس وہ مضارب اول کو ملے گا ۵۵ مثلاً مضارب ثانی کو چھ (۶) روپے کا نفع ہوا تو تین روپے رب المال کو ملیں گے اور دو روپے مضارب ثانی کو اور ایک روپیہ مضارب اول کو ملے گا۔ اس لیے کہ دوسرے کارکن کو یہ مال مضاربت پر دینا صحیح ہے کیوں کہ مالک مال کی طرف سے پہلے کارکن کو اس کی اجازت حاصل ہے اور پھر مالک مال نے اپنے لیے نصف کی شرط بھی کی ہوئی ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نفع عطا فرمائے گا آدھا آدھا ہوگا۔ اس لیے جب پہلا کارکن مالک مال کو اس کا آدھا نفع دے دے گا تو اب اس کے پاس علاوہ باقی نصف کے کچھ نہیں بچا اور اس نے اپنے نصف حصے میں دوسرے کارکن کے لیے تہائی حصہ مقرر کیا ہے جو اسی آدھے میں ادا کیا جائے گا اس لیے اب مضارب اول کے لیے چھٹے حصے کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگا اور یہ نفع دونوں کارکنوں کے واسطے حلال و جائز بھی ہوگا کیونکہ دوسرے کارکنوں کا کام پہلے کارکن کے لیے ہی کیا جا رہا ہے جس کی اجازت مالک

کی طرف سے اس کو پہلے ہی حاصل ہے ان کا یہ عمل ایسے ہی ہوگا جس طرح کسی شخص کو کپڑے کی سلائی کے لیے مزدور لگایا گیا اور سلائی ایک درہم طے پائی تو اس درزی نے آگے ایک اور درزی کو یہ کپڑا نصف درہم میں سلنے کے لیے دے دیا تو دونوں کے واسطے یہ اُجرت حلال ہوگی[۱۸]

صورت مذکورہ بالا کی جز "ب" کی تفصیل یہ ہے اگر رب المال نے بوقت مضاربت طے ہونے مضارب اول سے یہ کہا ہو کہ تجھ کو جو کچھ نفع ہوگا وہ ہمارے درمیان نصف نصف ہوگا اور مسئلہ کی حیثیت علی حالہ ہے تو مضارب ثانی کو ایک ثلث ملے گا اور باقی دو ثلث رب المال اور مضارب اول کے درمیان نصف نصف میں تقسیم ہوگا پس اس صورت میں تینوں کو دو دو روپے ملیں گے کیونکہ یہاں رب المال نے اپنے لیے نفع کی اس مقدار کا نصف مقرر کیا ہے جو مضارب اول کو ہوگا اور وہ یہاں ۲/۳ دو ثلث ہے لہذا رب المال کو اس کا نصف یعنی ۱/۳ ایک ثلث ملے گا بخلاف پہلی صورت کے کہ اس میں رب المال نے اپنے لیے کل نفع کا نصف مقرر کیا تھا[۱۹]

الہدایہ میں ہے اگر مالک نے کارکن سے یہ کہا تھا کہ میں مضاربت کا معاملہ اس شرط پر کرتا ہوں کہ جو نفع اللہ تعالیٰ تجھ کو عطا فرمائے وہ ہمارے درمیان آدھا آدھا پورا ہوگا تو اس صورت میں دوسرے کارکن کے لیے ایک تہائی نفع ہوگا اور باقی نفع پہلے کارکن اور مالک مال کے درمیان برابر آدھا آدھا تقسیم ہوگا کیونکہ مالک مال نے تصرف اور مضاربت کے معاملہ کا اختیار پہلے کارکن کو اس طرح سپرد کیا ہے کہ جو کچھ نفع پہلے کارکن کو حاصل ہوگا اس کے نصف کا مستحق مالک مال ہوگا اور اس وقت صورت حال یہ ہے کہ پہلے کارکن کو دوسرے کارکن کا حصہ نکالنے کے بعد دو تہائی ۲/۳ حصہ حاصل ہوا ہے اس لیے یہ دو تہائی ۲/۳ حصہ مالک مال اور پہلے کارکن کو برابر تقسیم ہوگا برخلاف پہلی صورت کے کیونکہ وہاں مالک مال نے اپنے واسطے نصف نفع کی شرط کر لی تھی اس لیے دونوں صورتوں میں مذکورہ بالا حیثیت سے فرق واضح ہوگا[۲۰]

صورت مذکورہ بالا کے جز "ج" کی تفصیل یہ ہے اگر رب المال نے مضارب سے یہ کہا کہ تو جو نفع حاصل کرے وہ ہمارے درمیان نصف ہے اور مضارب اول نے مضارب ثانی کو مضاربت بالنصف پر مال دیا تو مضارب ثانی کو اس کی شرط کے بموجب نصف ملے گا اور باقی نصف میں رب المال اور مضارب اول دونوں برابر کے شریک ہوں گے یعنی رُبع ۱/۴ رب المال اور رُبع ۱/۴

مضارب اول کا ہوگا۔ دوسرے لفظوں میں اس صورت میں مضارب ثانی کو تین روپے ملیں گے رب المال اور مضارب اول کو ڈیڑھ ڈیڑھ ۱½ روپیہ ملے گا[۱۲۵] مصادر قانون اسلامی میں یہی تفصیل ہے کہ اگر مالک مال نے کارکن سے یہ کہا کہ جو کچھ تو نفع حاصل کرے وہ میرے اور تیرے درمیان برابر نصف نصف ہے اور حال یہ ہے کہ پہلے کارکن نے یہ مال مضاربت کسی دوسرے شخص کو نصف نفع کی مضاربت پر دے دیا تو اب اس صورت میں دوسرے کارکن کے لیے نصف نفع ہوگا اور باقی نصف پہلے کارکن اور مالک کے درمیان برابر مشترک رہے گا۔ اس لیے کہ پہلے کارکن نے دوسرے کارکن سے نصف نفع کی شرط کر لی تھی اور اس چیز کا اختیار اس کو مالک مال کی طرف سے حاصل ہے اس وجہ سے دوسرا کارکن نصف حصہ کا مستحق ہے اور صورت حال یہ ہے کہ مالک مال نے اپنے لیے نفع کی اس مقدار کا نصف مقرر کیا ہے جو پہلے کارکن کو حاصل ہو اور پہلے کارکن کو صرف نصف حاصل ہوا ہے لہذا یہی نصف مقدار نفع کی ان دونوں یعنی مالک مال اور پہلے کارکن کے درمیان برابر مشترک رہے گی[۱۲۶]

صورت مذکورہ بالا کے جز "د" کی تفصیل یہ ہے اگر رب المال نے مضارب اول سے کہا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ دے گا اس کا نصف میرا ہے اور مسئلہ علی حالہ ہو تو نصف نفع رب المال کا ہوگا اور نصف مضارب ثانی کے لیے اور مضارب اول کو کچھ نہ ملے گا کیونکہ اس نے اپنا نصف نفع مضارب ثانی کو دے دیا[۱۲۷]

مصادر قانون اسلامی میں بھی یہی وضاحت موجود ہے۔ اگر رب المال یعنی مالک مال نے کارکن سے یہ کہا کہ اس شرط پر عقد مضاربت کرتا ہوں کہ جو کچھ نفع اللہ تعالیٰ عطا فرمائے تو میرے واسطے اس کا آدھا حصہ ہوگا یا اس نے کارکن سے یہ کہا کہ جو کچھ اصل سرمایہ میں اضافہ ہو تو وہ میرے اور تیرے درمیان برابر نصف نصف ہوگا اور حال یہ ہے کہ پہلے کارکن نے یہ مال نصف نفع کی مضاربت پر دوسرے کارکن کو دے دیا ہے تو ایسی صورت میں نصف نفع مالک مال کا ہوگا اور نصف نفع دوسرے کارکن کا ہوگا اور پہلے کارکن کے لیے نفع میں سے کچھ بھی نہیں ہوگا اس لیے کہ مالک مال نے اپنے واسطے مطلقاً نفع اور اضافہ میں نصف مقدار مقرر کر لی ہے اس وجہ سے پہلے کارکن کی دوسرے کارکن کے واسطے نصف نفع کی یہ شرط اس کے پورے حصے کی طرف لوٹے گی لہذا یہ نصف حصہ اس شرط

اور معاہدہ کی رُو سے دوسرے کارکن کے لیے ہی ہوگا اور پہلا کارکن بغیر کسی نفع ان میں سے خارج ہوگا اور معاملہ سے کسی قسم کا نفع حاصل کئے بغیر نکل جائے گا جیسے کسی شخص کو بطور اجیر (مزدور) مقرر کیا گیا ہو کہ وہ ایک درہم کے عوض کپڑے کی سلائی کر دے تو اس نے ایک شخص کو مزدوری پر لگا دیا کہ اسی ایک درہم کے عوض وہ کپڑا سی دے تو دوسرا مزدور ایک درہم کی اجرت کا حق دار ہوگا۔ اس معاملہ کے درست ہونے کی وجہ سے پہلے مزدور (درزی) کو کچھ نہیں ملے گا کیوں کہ اس نے اپنی ہی مرضی سے اپنے حق کو دوسرے کے لیے مخصوص کر دیا[۳۷]

صورت مذکورہ بالا کی آخری جز "د" کی تفصیل یہ ہے اگر مضاربِ اول نے مضاربِ ثانی کے لیے نفع کے دوثلث کی شرط کر لی تو مضاربِ اول مضاربِ ثانی کو نفع کا ایک سدس یعنی ۱/۶ اپنے پاس سے دے گا کیونکہ کل نصف تو رب المال کا ہوا اور مضاربِ ثانی کل نفع کے دوثلث ۲/۳ کا مستحق ہے تو اس کے حصہ میں جو سدس ۱/۶ کی کمی واقع ہوئی ہے وہ مضاربِ اول اپنے پاس سے پوری کرے گا[۳۸]

مصادر قانون اسلامی نے جز مذکورہ کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ اگر پہلے کارکن نے دوسرے کارکن سے دو تہائی ۲/۳ حصہ نفع کی شرط مقرر کر لی تو مالک مال کے واسطے نصف نفع ہوگا اور دوسرے کارکن کے واسطے اسی نفع میں سے نصف ہوگا اور پہلا کارکن دوسرے کارکن کو اپنے مال میں سے نفع کے چھٹے حصے کا ضمان ادا کرے گا۔ حصہ کی صورت یہی ہے کہ مالک نے اپنے واسطے نصف نفع کی شرط کی تھی اس لیے کہ پہلے کارکن نے دوسرے کارکن کے واسطے ایک ایسی چیز کی ذمہ داری شرط کر لی ہے کہ جس کا مالک مال ہی مستحق ہے۔ اس لیے مالکِ مال کے حق میں تو کارکن کی شرط نافذ نہ ہوگی کیوں کہ اس صورت میں مالک مال کے حق کو باطل کرنا لازم آتا ہے جس کا کارکن کو اختیار نہیں ہے لیکن دوسرے کارکن کے واسطے نفع کی شرط مقرر کرنے میں جو وضاحت کی ہے وہ صحیح اور درست ہے کیوں کہ وہ ایک ایسی تصریح اور معلوم شدہ چیز ہے اور جو ایسے معاہدہ کے ضمن میں بھی پائی جاری ہے اور جس کا یہ کارکن حق دار بھی ہے اور مختار بھی ہے اور یہ پہلا کارکن دوسرے کارکن کیلئے اس حقدار کی سلامتی کا ضامن بھی ہو چکا ہے لہذا اس حقدار کا پورا کرنا اس کے لیے لازم ہوگا۔ اس بنا پر دو تہائی ۲/۳ کو پورا کرنے کے لیے نفع کے چھٹا حصہ کا ضمان ادا کرے گا۔ یہ ضمان اس

وجہ سے بھی ادا کرے گا کہ پہلے کارکن ہی نے دوسرے کارکن کو اس معاہدے کے بارے میں دو تہائی ۲/۳ نفع کی شرط کر کے دھوکے میں رکھا ہے حالانکہ اتنی مقدار کا وہ خود بھی حق دار نہیں ہے اور یہ دھوکہ ہی دوسرے کارکن کے رجوع کرنے کا سبب ہے لہذا یہ پہلے کارکن سے چھٹا حصہ لے گا۔ اس کی مثال یوں سمجھئے جیسے کوئی شخص کسی کپڑے کی سلائی کے لیے ایک درہم مزدوری کے بدلے لگایا گیا تو اس نے یہی کپڑا کسی دوسرے مزدور کو ڈیڑھ درہم کے بدلے سینے کے لیے دیا تو اس صورت میں پہلا مزدور ایک درہم تو وہ دے گا جو اس کو کپڑے کے مالک کی طرف سے ملے گا اور جو زائد نصف درہم ہے وہ اپنی گرہ سے دوسرے مزدور کو ادا کرے گا[۹۶]

معاہدۂ مضاربت کے باطل ہونے کی صورتیں

(۱) فریقین (ربّ المال۔ مضارب) میں سے کسی ایک کی موت واقع ہو جائے تو معاہدہ مضاربت باطل ہو جاتا ہے۔

(ب) رب المال کے مرتد ہو جانے پر جبکہ وہ دار الحرب میں کافروں کے ساتھ جا ملا ہو تو مضاربت باطل ہو جاتی ہے۔

جز "الف" کی تفصیل تحقیق کی روشنی میں ملاحظہ ہو۔ اگر رب المال یا مضارب مر جائے تو مضاربت باطل ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ مضارب کے عمل کے بعد مضاربت تو وکیل کے حکم میں ہوتی ہے اور وکالت موکل یا وکیل کے مرنے سے باطل ہو جاتی ہے تو مضاربت بھی باطل ہو جائے گی۔ نیز اگر رب المال خدانخواستہ مرتد ہو کر دار الحرب میں چلا جائے تب بھی مضاربت باطل ہو جاتی ہے۔ فقیہہ علی خفیف تمام فقہاء کا متفقہ مسلک بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب کوئی شریک انتقال کر جائے تو اس کے حصّہ کی حد تک معاہدہ شرکت ختم ہو جاتا ہے کیوں کہ وہ حصّہ وراثت میں اس کے وارث کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ لہذا مورث کا کیا ہوا معاہدہ کالعدم ہو جاتا ہے یہی حکم مضاربت میں صاحب سرمایہ یا کاروباری فریق کی موت کا ہے۔ اس اصول کے مطابق اگر شرکت تین افراد کے درمیان تھی اور ان میں ایک کی موت واقع ہو گئی تو وہ صرف اس شریک کے حصے کی حد تک شرکت ختم ہو جائے گی۔ باقی دو شرکاء کے حصے میں نہیں ختم ہو گی[۹۸]

علامہ کاسانی لکھتے ہیں کہ فریقین میں سے کسی ایک کی موت سے معاہدہ ختم ہو جاتا ہے کیونکہ مضاربت میں ایجنٹ بنانا شامل ہے اور ایجنسی ایجنٹ بنانے والے یا ایجنٹ کی موت سے ختم ہو جاتی ہے۔ خواہ کاروباری فریق کو صاحب سرمایہ کی موت کا علم ہو یا نہ ہو۔ کیوں کہ یہ قانوناً معزولی ہے جو علم و اطلاع پر موقوف نہیں ایسا ہی ایجنٹ بنانے میں ہوتا ہے البتہ اگر سرمایہ اشیائے تجارت کی شکل میں ہو تو ایجنٹ کو یہ حق حاصل ہے کہ اسے فروخت کرے تاکہ وہ نقد کی صورت میں آجائے[۸۱]

مالکی فقہاء کا مسلک بھی یہی ہے۔ احمد الدردیر الشرح الصغیر میں لکھتے ہیں۔ جو وفات پا جائے اور اس کی جانب یعنی اس کے پاس مضاربت پر لیا ہوا مال ہو..... تو اگر یہ مال اس کے ترکہ میں بعینہٖ پایا جائے اور یہ بات ثابت ہو گئی تو اسے بعینہٖ لے لیا جائے گا اور اگر بعینہٖ نہیں پایا گیا تو اس کے ترکہ میں اس طرح کا مال یا اس کی قیمت لی جائے گی[۸۲]

شافعی فقہاء کے نزدیک یہی صراحت ہے کہ مضاربت کی صورت میں بھی مضاربت ایک جائز معاہدہ ہے جو فریقین میں سے کسی ایک کے ختم کر دینے سے یا اس کی موت سے ختم ہو جاتا ہے[۸۳]

حنبلی فقہاء کا مسلک بھی یہی ظاہر کرتا ہے۔ ابن قدامہ المغنی میں لکھتے ہیں کہ مضاربت جائز معاہدوں میں سے ہے جو فریقین میں سے کسی کے ختم کرنے یا کسی کی موت سے ختم ہو جاتا ہے[۸۴] چنانچہ چاروں فقہی مکاتب سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ کسی کی موت سے اس فریق کے حصہ کی حد تک مضاربت کا معاہدہ ختم ہو جائے گا البتہ کاروبار اور حساب کتاب میں نزاعی صورت حال پیدا ہو جانے پر حنفی اور شافعی فقہاء کی رائے کے مطابق اس کام کی تکمیل کے لیے مزید وقت دیا جائے گا۔

اب جز "ب" کی تفصیل تحقیق کی روشنی میں ملاحظہ ہو۔ رب المال کے مرتد ہو جانے پر جبکہ اسنے دارالحرب میں جا کر پناہ حاصل کر لی ہو تو معاہدہ مضاربت ختم متصور ہو گا۔ اس سلسلے میں تراجم مصادر قانون اسلامی کی تحقیق درج ذیل ہے۔

اگر خدانخواستہ مال والا اسلام سے مرتد ہو کر دارالحرب میں کافروں کے ساتھ جا ملے تو مضاربت باطل ہو جائے گی اس لیے کہ دارالحرب میں الحاق کر لینا موت کی طرح ہے چنانچہ مرتد ہو کر دارالحرب میں چلے جانے والے کا مال اس کے وارثوں کے درمیان تقسیم کر دیا جاتا ہے اور قبل اس کے کہ وہ دارالحرب سے جا ملے جبکہ وہ مرتد ہو چکا ہے اس کے کارکن کا تصرف معلق رکھا جائے گا۔ یہ مسلک امام ابوحنیفہؒ

کا ہے اس لیے کہ کارکن جو کچھ تصرفات کرتا ہے وہ مال والے کے لیے اور کارکن کا تصرف خود مال والے کے تصرف کی طرح ہوگا۔ تو جن صورتوں میں اصل سرمایہ دار کا تصرف رک جاتا ہے ان ہی صورتوں میں اس کے کارکن کا تصرف بھی رک جانا چاہیے [۱۵۵] نیز الہدایہ میں ہے:۔

واذا مات رب المال او المضارب بطلت المضاربة لانه توكيل على ما تقدم وموت الموكل يبطل الوكالة وكذا موت الوكيل. وان ارتد ربُّ المال عن الاسلام والعياذ بالله ولحق بدار الحرب بطلت المضاربة لان اللحوق بمنزلة الموت [۱۵۶]

فقہاء جعفریہ کے نزدیک صرف اتنا ہے کہ اگر کوئی شریک شریکوں میں سے مرجائے یا دیوانہ ہو جائے یا بے ہوش ہو جائے تو دوسرے شریک مشترکہ مال میں سے تصرف نہیں کر سکتے اسی طرح اگر ایک ان میں سے سفیہ ہو جائے کہ جو اپنے مال کو بیہودہ کاموں میں خرچ کرنے لگ جائے تو بھی دوسرے شریک مشترکہ مال میں تصرف نہیں کر سکتے [۱۵۷]

معاہدۂ مضاربت ختم ہو جانے پر بقیہ قرضوں کی وصولی کا حکم

اگر فریقین معاملہ مضاربت ختم کرکے ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں لیکن تا حال مضاربت کے سلسلہ میں لوگوں پر کچھ قرضے باقی ہیں جبکہ مضارب مال مضاربت پر نفع بھی حاصل کر چکا ہے تو شرعی عدالت مضارب کو قرضوں کی وصولی پر مجبور کرے گی بصورت دیگر اگر مضارب نے مال مضاربت پر نفع حاصل نہیں کیا تو مجبور نہیں کیا جائے گا بلکہ مضارب کے لیے یہ لازمی ہوگا کہ وہ ربُّ المال کو قرضوں کی وصولی کے لیے وکیل بنائے۔

تجارت میں نفع حاصل ہونے کی صورت میں مضارب قرض وصول کرنے پر اس لیے مجبور کیا جائے گا کیونکہ مضارب اجیر کی مانند ہے اور نفع اُجرت کی مانند ہے۔ لہٰذا اس کو اس تمام عمل پر مجبور کیا جائے گا اور اگر مضارب کو نفع حاصل نہ ہوا تو مجبور نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس صورت میں مضارب مُتبرع اور مُحسن ہے اور مُتبرع پر جبر نہیں ہوتا بلکہ اس سے کہا جائے گا کہ قرض وصول کرنے کیلئے رب المال کو وکیل بنا دے تاکہ اس کا حق ضائع نہ ہو۔ الہدایہ میں ہے اگر کارکن اور مال والا مضاربت ختم کرکے

ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں حالانکہ اس مضاربت کے سلسلہ میں لوگوں کے ذمے کچھ قرضے ہیں اور کارکن نفع بھی حاصل کر چکا ہے تو قاضی قرضوں کے مطالبہ اور قرضداروں سے قرضوں کی وصولی کے بارے میں کارکن کو مجبور کرے گا کیوں کہ کارکن اجیر کے مانند ہے اور نفع گویا اس کی اُجرت ہے اور اگر کارکن نے عمل مضاربت میں کوئی نفع حاصل نہیں کیا ہے تو اس پر قرضوں کا تقاضا لازمی نہیں ہوگا اس لیے کہ ایسی صورت میں وہ محض وکیل کی حیثیت رکھتا ہے اور اس کا کام بھی احسان اور نیکی کی خاطر ہے تو نیکی کرنے والے اور احسان سے کام لینے والے کو اس کے عمل پر مجبور نہیں کیا جاتا البتہ قاضی کی طرف سے کارکن کو کہا جائے گا کہ وہ مالکِ مال کو قرضوں کے تقاضے کے لیے وکیل بنا دے کیوں کہ حقوق معاہدہ کرنے والے کو حاصل ہوتے ہیں۔ اس لیے اس کا وکیل بنانا اور مالک مال کا وکالت قبول کر لینا ضروری ہے تاکہ اس کا حق ضائع نہ ہو۔[۵۸]

مال مضاربت میں نقصان کا واقع ہونا

اگر مال مضاربت کا کچھ حصّہ ہلاک ہو جائے تو اس کو نفع سے مجرا کیا جائے گا کیوں کہ راس المال یعنی سرمایہ اصل ہے اور نفع اس کے تابع ہے اور نقصان کو تابع کی طرف پھیرنا زیادہ بہتر ہوتا ہے جیساکہ نصاب زکوٰۃ میں ضائع ہونے کو زائد از نصاب میں سے شمار کرتے ہیں یعنی ہلاکت مقدار عفو کی طرف راجع ہوتی ہے اور اگر اتنا مال ہلاک ہو جائے یعنی ضائع یا نقصان ہو جائے کہ نفع سے بڑھ جائے تو مضارب اس کا ضامن نہ ہوگا کیوں کہ وہ امین ہے اور امین پر ضمان نہیں ہوتا۔

کنز الدقائق میں ہے؛ اور جو مال ہلاک ہو جائے مال مضاربت سے تو وہ نفع سے ہوگا اور اگر نفع سے زیادہ ہلاک ہو جائے تو ضامن نہ ہوگا یعنی مضارب۔ اور اگر نفع تقسیم کر لیا گیا ہو اور مضاربت باقی رہی ہو پھر کل مال ہلاک ہو گیا یا کچھ مال تو نفع کو لوٹا دیں تاکہ مالک اپنا راس المال لے لے اور جو بچے وہ ان دونوں کے درمیان ہوگا اور اگر کم پڑ جائے تو مضارب ضامن نہ ہوگا۔[۵۹] کیونکہ یہ اصول ہے کہ مشترکہ کاروبار خواہ وہ مضاربت کی بنیاد پر ہو یا شراکت کی بنیاد پر نقصان ہونے کی صورت میں یہ نقصان اصحاب سرمایہ کو یا صرف صاحب سرمایہ کو برداشت کرنا ہوتا ہے۔ تمام مکاتب فکر اور فقہ اس پر متفق ہیں اسی اصول کی صراحت ابن رشد نے بدایۃ المجتہد میں یوں کی ہے ؛۔

"مسلمانوں کے درمیان مضاربت کے جواز کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ...... اور وہ

سب اس پر متفق ہیں ..... کاروباری فریق پر اصل سرمایہ کے ضائع ہو جانے والے حصہ کے سلسلہ میں کوئی ذمہ داری نہیں بشرطیکہ اس میں اس کی زیادتی کو دخل نہ ہو"[۹۰]

مشہور حنفی محقق شمس الدین سرخسی لکھتے ہیں کہ :

" نقصان سرمایہ کے ہلاک جانے والے حصہ کا نام ہے اور یہ کہ اس امر میں کوئی اختلاف نہیں پایا جاتا کہ نقصان کی کوئی ایسی نسبت طے کرنا جو سرمائے کی مقدار کے مطابق نہ ہو باطل شرط ہے. مضاربت میں مضاربت پر مال لے کر کام کرنے والے کے ذمے کچھ بھی نقصان طے کرنا جائز نہیں[۹۱] یہ بات کہ مضاربت میں کاروباری فریق جو اپنا سرمایہ کاروبار میں نہ لگائے نقصان کا ذمہ دار نہ ہوگا"

موطا امام مالک کی کتاب القراض سے بھی واضح ہے کہ مضاربت اس طور پر درست ہے کہ آدمی ایک شخص سے روپیہ لے اس شرط پر کہ محنت کرے گا لیکن اگر نقصان ہو تو اس پر ضمان نہ ہوگا[۹۲]

شافعی مکتب فکر کا اصول بھی یہی ہے نفع اور نقصان دونوں سرمایوں کی مقدار کے مطابق تقسیم ہوگا خواہ شرکاء کے کاروباری اعمال برابر ہوں یا ان میں فرق ہو. اگر وہ اس کے خلاف تقسیم کا کوئی اصول طے کرتے ہیں تو معاہدہ فاسد ہو جائیگا.

شافعی فقہ کی مستند کتابوں میں مضاربت کی بحث میں یہ واضح کر دیا گیا ہے یہ ایک معاہدہ ہے جو کاروبار کرنے والے فریق کے ساتھ سرمائے کا مالک کاروبار کے نفع میں ایک متعین حصہ کے ساتھ شرکت کرتا ہے نقصان سے کاروباری فریق کا کوئی تعلق نہیں ہے[۹۳]

حنبلی محقق ابن قدامہ المقدسی لکھتے ہیں نقصان یعنی خسارہ شرکت میں ہر شریک کا اسکے سرمایہ کے مطابق ہوگا اور مضاربت میں نقصان مخصوص طور پر سرمائے پر ہوگا. کاروباری فریق پر نہ ہوگا کیوں کہ خسارہ اصل سرمایہ میں کمی کا نام ہے جو صاحب سرمایہ کی ملکیت ہے جس میں کاروباری فریق کا کوئی حصہ نہیں لہذا نقصان مالک کے سرمایہ میں ہی ہوگا دوسرے فریق کا نہیں ہوگا[۹۴]

★

فہرست کتب برائے حوالجات

۱/ القرآن رسورۃ المزمل)

۲/ علامہ علاؤ الدین کاسانی۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، ج ۶، ص ۷۹، سعید کمپنی ادب منزل کراچی ۱۹۸۶ء۔

۳/ محمود آلوسی۔ روح المعانی۔ دار العلم بیروت۔ ج ۱۰، ص ۱۱۴۔

۴/ تفسیر کبیر۔ ج ۸، ص ۳۴۶۔ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری القرطبی۔ احکام القرآن ج ۴، ص ۸۸۲۔ م۔ دار المکتب مصریہ طبع ثانی ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۷ء۔

۵/ القرآن سورۃ الجمعہ۔

۶/ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع۔ ج ۶، ص ۷۹۔

۷/ علامہ ماوردی۔ مغنی المحتاج۔ ج ۲، ص ۳۰۹۔

۸/ ابن حزم۔ احکام القرآن۔ ج ۸، ص ۲۴۷۔

۹/ نہایۃ المحتاج۔ ج ۵، ص ۲۴۷۔

۱۰/ برہان الدین علی بن ابو بکر المرغینانی۔ الہدایہ۔ ج ۳، ص ۵۵۷ (کتاب المضاربت)۔

۱۱/ علامہ کتانی۔ تراتیب الدرایۃ۔ ج ۲، ص ۲۶۔

۱۲/ ابن قیم۔ زاد المعاد۔ ج ۱، ص ۴۰۔ نفیس اکیڈمی کراچی ۱۹۶۳ء۔

۱۳/ شمس الدین السرخسی۔ المبسوط۔ م۔ عالم الکتب بیروت، ۱۹۸۳ء۔ ج ۲۲، ص ۱۸۔

۱۴/ خلیل احمد۔ بذل المجہود فی حل ابی داؤد۔ ج ۴، ص ۲۵۳۔ مکتبہ الیحویہ۔ مظاہر العلوم سہارنپور۔

۱۵/ احمد بن الحسین بن علی۔ السنن الکبریٰ۔ ج ۶، ص ۱۱۳۔ مکتبہ نشر السنۃ،

بیرون بوہڑ گیٹ ملتان۔

۱۶ ، احمد بن الحسین بن علی : السنن الکبریٰ۔ مکتبہ نشر السنۃ ملتان۔ ج ۶ ، ص ۱۱۳۔

۱۷ ، " " " ۔ ج ۶ ، ص ۱۱۲

۱۸ ، کنز العمال کتاب القراض ، ج ۷ ، ص ۳۲۳۔

۱۹ ، السنن الکبریٰ ، ج ۶ ، ص ۱۱۲۔

۲۰ ، " " " "

۲۱ ، " " " "

۲۲ ، السنن الکبریٰ ، ج ۶ ، ص ۱۱۱۔

۲۳ ، ظفر احمد عثمانی : اعلاء السنن۔ ج ۱۳ ، ص ۸۴ ۔ مکتبہ ادارۃ القرآن دار العلوم الاسلامیہ کراچی ۱۳۸۶ھ۔

۲۴ ، شیخ محمد زکریا۔ اوجز المسالک ، ج ۱۱ ، ص ۴۰۵۔

۲۵ ، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع۔ ج ۵ ، ص ۲۲۔

۲۶ ، ابو الولید محمد بن احمد بن رشد القرطبی : بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد۔ ج ۲ ، ص ۱۷۸۔ م۔ مکتبہ علمیہ لاہور۔

۲۷ ، ابن قدامہ : المغنی۔ ج ۵ ، ص ۲۲۔ مکتبہ ریاض الحدیثۃ المملکت سعودی عرب ۱۹۸۱ء۔

۲۸ ، علامہ عبد الرحمن الجزیری : کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ۔ ج ۳ ، ص ۶۱۔ م، علماء اکیڈمی لاہور ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء۔

۲۹ ، قاضی محمد بن علی بن الشوکانی : نیل الاوطار شرح الاخبار۔ ج ۵ ، ص ۲۶۸ ، مکتبہ۔ المطبعۃ الاخیرت مطبع البابی الحلبی۔

۳۰ ، اتحاف سادۃ المتقین۔ ج ۵ ، ص ۴۶۵۔

۳۱ ، ابو عبد اللہ محمد بن عبد الباقر الزرقانی : الزرقانی شرح المؤطا۔ ج ۳ ، ص ۳۴۵۔ مطبع مصطفیٰ محمد مصر ۱۹۳۶ء۔

۳۲ ، سید امیر علی مرحوم : عین الہدایہ شرح الہدایہ۔ ج ۳ ، کتاب المضاربت ، ص ۵۵۵۔

مکتبہ قانونی کتب خانہ لاہور۔
۳۳، شیخ منصور بن یونس بن ادریس البھوتی ؛ کشاف القناع۔ ج ۳ ، ص ۵۰۷ مکتبہ عالم الکتب بیروت ۱۹۸۳ء۔
۳۴، محمد بن اسماعیل ؛ سبل السلام۔ ج ۳ ، ص ۷۷۔ داراحیاء التراث العربی لبنان بیروت۔
۳۵، امام راغب اصفہانی ؛ مفردات القرآن باب ض ۔ س۔ب ۔
۳۶، شاہ ولی اللہ ؛ حجۃ اللہ البالغہ ۔ ج ۲، ص ۱۱۶۔ اطبع مصر ۱۳۵۲ھ۔
۳۷، عین الہدایہ شرح الہدایہ۔ ج ۳ ، ص ۵۵۶۔
۳۸، ادارہ تحقیقات جامع اسلامیہ ؛ تراجم مصادر قانون اسلامی۔ ج ۴ ، ص ۲۰۴ مکتبہ جامع اسلامیہ اسلام آباد۔
۳۹، تراجم مصادر قانون اسلامی۔ ج ۴ ، ص ۲۰۶ ۔
۴۰، امام مالک ، موطا امام مالک کتاب القراض۔ص ۵۰۹۔ مکتبہ اسلامی اکیڈمی لاہور ۱۴۰۲ھ
۴۱، علی الخفیف ؛ الشرکات فی الفقہ الاسلامی۔ ص ۶۵ ۱۹۶۲ء۔ طبع دار نشر للجامعات المصریہ قاہرہ۔
۴۲، المبسوط للسر ؛ ج ۲۲ ، ص ۳۰ - ۳۱ ، یحیٰ بن شرف النووی منہاج الطالبین وعمدۃ المفتین ۱۳۳۴ھ ۔ص ۶۵ ۔ م ۔ داراحیاء المکتب العربیۃ القاھرہ۔
۴۳، السلطان ابی المظفر محی الدین محمد اورنگ زیب ، فتاویٰ ہندیہ۔ ج ۴ ، ص ۲۸۸ مکتبہ نورانی کتب خانہ پشاور۔
۴۴، الہدایہ کتاب المضاربت۔ ج ۳ ، ص ۲۷۵۔
۴۵، فتاویٰ ہندیہ۔ ج ۴ ، ص ۲۸۸ ۔
۴۶، فتاویٰ ہندیہ۔ ج ۴ ، ص ۲۸۸ ۔
۴۷، بدایۃ المجتہد ونہایۃ المقتصد۔ ج ۲ ، کتاب القراض ص
۴۸، کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ۔ ج ۳ ، مباحث شرکت :۔ حنفی مسلک ص ۱۰۴ ۔ مالکی مسلک ص ۱۱۰۔

شافعی مسلک ص ۱۱۲۔ حنبلی مسلک ص ۱۱۳۔
مباحث مضاربت : حنفی مسلک ص ۴۶۔ مالکی مسلک ص ۵۰۔ شافعی مسلک ص ۵۵
حنبلی مسلک ص ۵۹۔

۴۹، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع۔ ج ۶، ص ۵۹
۵۰، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع۔ ج ۶، ص ۸۵
۵۱، احمد الدردیر۔ الشرح الصغیر۔ ج ۲، ص ۳۲۷ کتب خانہ مصطفیٰ البابی مصر ۱۳۴۰ھ
۵۲، نووی۔ منہاج الطالبین ص ۶۴۔ ۶۵ (تلخیص)
۵۳، نووی۔ منہاج الطالبین " "
۵۴، ابن قدامہ المقدسی۔ الشرح الکبیر علی المقنع۔ ج ۵، ص ۱۱۶
۵۵، الشرح الصغیر۔ ج ۲، ص ۱۵۷
۵۶، ابو حامد غزالی۔ کتاب الوجیز مذاہب الامام شافعی۔ ج ۱، ص ۱۸۷، مکتبۃ الآداب والموید قاہرہ ۱۳۱۳ھ
۵۷، تراجم مصادر قانون اسلامی۔ ج ۴، ص ۲۴۸
۵۸، فتاویٰ ہندیہ۔ ج ۴، ص ۲۸۷۔ ۲۸۸
۵۹، تراجم مصادر قانون اسلامی۔ ج ۴، ص ۲۷ تا ۲۷۲ (تلخیص)
۶۰، عین الہدایہ شرح الہدایہ۔ ج ۳، ص ۵۵۸۔ ۵۵۹ (تلخیص)
۶۱، عین الہدایہ شرح الہدایہ۔ ج ۳، ص ۵۷۶۔ وفتاوی عالمگیری اردو۔ ج ۴، ص ۲۹۲
۶۲، الہدایہ وعین الہدایہ۔ ج ۳، ص ۵۷۶ فصل فیما یفعلہ المضارب
۶۳، الہدایہ وعین الہدایہ۔ ج ۳، ص ۵۷۶
۶۴، ڈاکٹر محمد نجات اللہ صدیقی۔ شرکت ومضاربت کے شرعی اصول۔ ص ۱۰۲ تا ۱۰۴ (تلخیص)
۶۵، ابن عابدین۔ رد المحتار علی الدر المختار۔ ج ۵، ص ۵۰۹۔ المطبع مصطفےٰ البابی الحلبی مصر۔

۶۶۔ ردالمحتار علی الدرالمختار۔ ج ۴، ص ۵۰۹

۶۷۔ الہدایہ وعین الہدایہ باب المضارب یضارب۔ ج ۳، ص ۵۶۷

۶۸۔ عبداللہ بن شیخ محمد بن سلیمان : مجمع الانہر فی شرح الملتقی الابحر۔ ج ۲، ص ۳۲۸

۶۹۔ عبداللہ بن محمد بن سلیمان : " " " " "
مکتبہ داراحیاء التراث، بیروت، لبنان ۱۳۱۹ھ

۷۰۔ ابی بکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی : الجوہرۃ النیرۃ۔ ج ۱، ص ۳۵۴، مکتبہ امدادیہ ملتان

۷۱۔ عین الہدایہ۔ ج ۳، ص ۶۹ - ۷۰

۷۲۔ الجوہرۃ النیرۃ۔ ج ۱، ص ۳۵۴

۷۳۔ عین الہدایہ۔ ج ۳، ص ۶۹ - ۷۰

۷۴۔ الجوہرۃ النیرۃ۔ ج ۱، ص ۳۵۴ - ۳۵۵

۷۵۔ تراجم مصادر قانون اسلامی۔ ج ۴، ص ۲۷۸

۷۶۔ الجوہرۃ النیرۃ۔ ج ۱، ص ۳۵۵

۷۷۔ مصادر قانون اسلامی۔ ج ۴، ص ۲۷۹

۷۸۔ الجوہرۃ النیرۃ۔ ج ۱، ص ۳۵۵

۷۹۔ مصادر قانون اسلامی۔ ج ۴، ص ۲۷۹ - ۲۸۰

۸۰۔ علی الخفیف : الشرکات فی الفقہ الاسلامی، ص ۲۰۳

۸۱۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع۔ ج ۶، ص ۱۱۲

۸۲۔ الشرح الصغیر۔ ج ۲، ص ۲۳۶

۸۳۔ منہاج الطالبین وعمدۃ المفتین۔ ص ۶۵

۸۴۔ المغنی۔ ج ۵، ص ۱۷۹

۸۵۔ تراجم مصادر قانون اسلامی۔ ج ۴، ص ۲۸۹

۸۶۔ عین الہدایہ۔ ج ۳، ص ۵۷۲

۸۷۔ اختر عباس : توضیح المسائل، ص ۴۳۶، مکتبہ ناصر لاہور

۸۸ / تراجم مصادر قانون اسلامی۔ ج ۴ ، ص ۲۹۰-۲۹۱
۸۹ / محمد حنیف گنگوہی۔ معدن الحقائق، شرح کنز الدقائق۔ ج ۲ ، ص ۲۱۱۔ مکتبہ جامعہ اشرفیہ لاہور
۹۰ / بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد۔ ج ۲ ، ص ۱۷۸
۹۱ / المبسوط للسرخسی۔ ج ۱۱ ، ص ۱۵۷
۹۲ / موطا امام مالک، کتاب القراض، ص ۵۰۹
۹۳ / منہاج الطالبین۔ ص ۵۶
۹۴ / الشرح الکبیر علی المقنع۔ ج ۵ ، ص ۱۱۵